سُوْرَۃُ یُوْسُفَ

سُوْرَۃُ یُوْسُفَ ۱۲ مَکِّیَّۃٌ	بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝	اٰیَاتُہَا ۱۱۱ رُکُوْعَاتُہَا ۱۲
سورہ یوسف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی	شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے	ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں۔

الٓرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝۱ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲ نَحْنُ نَقُصُّ

یہ آیتیں ہیں واضح کتاب کی ف۱ ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھ لو ف۲ ہم بیان کرتے ہیں

عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝۳

تیرے پاس بہت اچھا بیان اس واسطے کہ بھیجا ہم نے تیری طرف یہ قرآن اور تو تھا اس سے پہلے البتہ بےخبروں میں ف۳

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰٓاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ۝۴

جس وقت کہا یوسف نے اپنے باپ سے اے باپ میں نے دیکھا خواب میں گیارہ ستاروں کو اور سورج کو اور چاند کو دیکھا میں نے انکو اپنے واسطے سجدہ کرتے ہوئے ف۴

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰٓی اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ۭ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝۵

کہا اے بیٹے مت بیان کرنا خواب اپنا اپنے بھائیوں کے آگے پھر وہ بنائینگے تیرے واسطے کچھ فریب البتہ شیطان ہے انسان کا صریح دشمن ف۵

وَكَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَیُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَیُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَعَلٰٓی اٰلِ یَعْقُوْبَ

اور اسی طرح برگزیدہ کریگا تجھ کو تیرا رب ف۶ اور سکھلائیگا تجھ کو ٹھکانے پر لگانا باتوں کا ف۷ اور پورا کریگا اپنا انعام تجھ پر اور یعقوب کے گھر پر ف۸

كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓی اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝۶ ع ۱

جیسا پورا کیا ہے تیرے دو باپ دادوں پر اس سے پہلے ابراہیم اور اسحٰق پر ف۹ البتہ تیرا رب خبردار ہے حکمت والا ف۱۰

(۱) جس کا من عند اللہ ہونا بالکل واضح ہے اور جن احکام و شرائع یا مواعظ و نصائح پر وہ مشتمل ہے نہایت روشن اور صاف ہیں۔

(۲) **عربی میں قرآن کے نزول کی حکمت** یعنی عربی زبان جو تمام زبانوں میں زیادہ فصیح و وسیع اور منضبط و پرشوکت زبان ہے، نزول قرآن کے لئے منتخب کی گئی۔ جب خود پیغمبر عربی ہیں تو ظاہر ہے کہ دنیا میں اس کے اولین مخاطب عرب ہونگے۔ پھر عرب کے ذریعہ سے چاروں طرف یہ روشنی پھیلے گی۔ اسی کی طرف "لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ" میں اشارہ فرمایا کہ تمہاری زبان میں اتارنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ تم جو پیغمبر علیہ السلام کی قوم ہو اوّل اس کے علوم و معارف کا مزہ چکھو پھر دوسروں کو چکھاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں "اُنْزِلَ اَشْرَفُ الْكُتُبِ بِاَشْرَفِ اللُّغَاتِ عَلٰٓی اَشْرَفِ الرُّسُلِ بِسِفَارَۃِ اَشْرَفِ الْمَلٰٓئِكَۃِ وَكَانَ ذٰلِكَ فِیْ اَشْرَفِ بِقَاعِ الْاَرْضِ وَابْتُدِئَ اِنْزَالُهٗ فِیْ اَشْرَفِ شُهُوْرِ السَّنَۃِ وَهُوَ رَمَضَانُ۔ فَكَمَلَ مِنْ كُلِّ الْوُجُوْهِ"۔

(۳) **احسن القصص کی وجہ نزول** یعنی اس وحی کے ذریعہ سے جو قرآن کی صورت میں تم پر نازل ہوتی ہے۔ ہم ایک نہایت اچھا بیان

نہایت حسین طرز میں تم کو سناتے ہیں، جس سے اب تک اپنی قوم کی طرح تم بھی بے خبر تھے۔ گو یہ واقعہ کتب تاریخ اور بائیبل میں پہلے سے مذکور تھا مگر محض ایک افسانہ کی صورت میں تھا۔ قرآن کریم نے اُس کے ضروری اور مفید اجزاء کو ایسی عجیب ترتیب اور بلیغ و مؤثر انداز میں بیان فرمایا جس نے نہ صرف پہلے تذکرہ نویسوں کی کوتاہیوں پر مطلع کیا بلکہ موقع بہ موقع نہایت ہی اعلیٰ نتائج کی طرف رہنمائی کی اور قصہ کے ضمن میں علوم و ہدایات کے ابواب مفتوح کر دئیے۔ یہ بات کہ خداوند قدوس کی تقدیر کو کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ اور خدا جب کسی پر فضل کرنا چاہے تو سارا جہان مل کر بھی اپنی ساری امکانی تدابیر سے اُسے محروم نہیں کر سکتا، صبر و استقامت دنیوی و اُخروی کامیابی کی کلید ہے، حسد و عداوت کا انجام خذلان و نقصان کے سوا کچھ نہیں۔ عقل انسانی بڑا شریف جوہر ہے جس کی بدولت آدمی بہت سی مشکلات پر غالب آتا اور اپنی زندگی کو کامیاب بنا لیتا ہے، اخلاقی شرافت اور پاکدامنی انسان کو دشمنوں اور حاسدوں کی نظر میں بھی آخر کار معزز بنا دیتی ہے۔ یہ اور اس قسم کے بے شمار حقائق ہیں جن پر اس احسن القصص کے ضمن میں متنبہ فرمایا ہے۔ مفسرین نے اس سورت کی شان نزول میں کئی روایتیں نقل کی ہیں۔ سب کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے مشرکین مکہ کے ذریعہ سے امتحاناً یہ سوال کیا کہ حضرت ابراہیم اور اُن کی اولاد تو شام میں رہتی تھی، پھر "بنی اسرائیل" مصر کیسے پہنچ گئے جو موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے مقابلہ کی نوبت آئی۔ شاید مسلمانوں کو بھی ایک مفصل تاریخی واقعہ جو بصائر و عبر سے مملو ہو سُننے کا اشتیاق ہوا ہوگا۔ ادھر اس قصہ کے ضمن میں جن احوال و حوادث کا تذکرہ ہونے والا تھا، وہ کئی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کے حالات سے مشابہت رکھتے تھے۔ اور اُن کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں موجب تسکین خاطر اور آپ کی قوم کے حق میں موجب عبرت تھا۔ اِن وجوہ سے یہ پورا واقعہ کافی بسط و تفصیل سے قرآن کریم میں بیان فرمایا۔ تا پوچھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ اسرائیل (یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام) اور اُن کی اولاد کے شام سے مصر آنے کا سبب حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہوا ہے۔ پھر وہیں اُن کی نسل پھیلی اور بڑھتی رہی تا آنکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آکر فرعون اور قبطیوں کی غلامی سے انہیں نجات دلائی۔

(۴) **حضرت یوسف ؑ کا خواب** یعنی گیارہ ستارے اور چاند سورج میرے آگے جھک رہے اور پست ہو رہے ہیں۔ یہ خواب لڑکپن میں دیکھا تھا۔ سچ ہے "ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات"۔

(۵) یعنی شیطان ہر وقت انسان کی گھات میں لگا ہے۔ وسوسہ اندازی کر کے بھائیوں کو تیرے خلاف اکسا دیگا۔ کیونکہ خواب کی تعبیر بہت ظاہر تھی، اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جو بہرحال خاندان نبوت میں سے تھے، ایسے واضح خواب کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہ تھا کہ گیارہ ستارے گیارہ بھائی ہیں اور چاند سورج ماں باپ ہیں گویا یہ سب کسی وقت یوسف علیہ السلام کی عظمت شان کے سامنے سر جھکائیں گے۔

برادرانِ یوسف ؑ چنانچہ آخر سورت میں "یٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا" کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام خواب سے پیشتر ہی یہ محسوس کرتے تھے کہ یوسف ؑ کے ساتھ باپ کی خصوصی محبت کو دیکھ کر اُس کے علاتی بھائی دل ہی دل میں کڑھتے ہیں۔ اب انہوں نے خیال کیا کہ اگر کہیں یہ خواب سن پائے تو شیطان حسد کی آگ اُن کے دلوں میں بھڑکا دے گا اور جوش حسد میں آنکھیں بند کر کے ممکن ہے وہ کوئی ایسی حرکت کر گذریں جو یوسف کی اذیت اور خود اُن کی رسوائی اور بدانجامی کا موجب ہو۔ اس لئے آپ نے یوسف علیہ السلام کو منع فرما دیا کہ اپنا خواب بھائیوں کے روبرو ظاہر نہ کریں۔ یوسف ؑ کا ایک حقیقی بھائی "بنیامین" تھا، اُس کے سامنے ذکر کرنے کی بھی اجازت نہیں دی، گو اس سے بُرائی کا کچھ اندیشہ نہ تھا، لیکن یہ ممکن تھا کہ وہ کسی کو بے احتیاطی سے دوسروں کے سامنے تذکرہ کر دے۔ اور اس طرح یہ خبر لوگوں میں شائع ہو جائے (تنبیہ) حافظ ابن تیمیہ ؒ نے ایک مستقل رسالہ میں لکھا ہے کہ قرآن، لغت، اور عقلی اعتبارات میں سے کوئی چیز اس خیال کی تائید نہیں کرتی کہ برادران یوسف انبیاء تھے، نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی

خبر دی نہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی اس کا قائل تھا بھلا عقوق والدین، قطع رحم، مسلمان بھائی کے قتل پر اقدام کرنا، اُس کو غلام بنا کر بیچ ڈالنا اور بلادِ کفر کی طرف بھیج دینا، پھر صریح جھوٹ اور حیلے بنانا، وغیرہ ایسی حرکات شنیعہ کیا کسی نبی کی طرف (خواہ قبل از بعثت ہی سہی) منسوب کی جا سکتی ہیں (العیاذ باللہ) جن لوگوں نے برادران یوسف کی نبوت کا خیال ظاہر کیا ہے، اُن کے پاس لفظ "اسباط" کے سوا کوئی دلیل نہیں۔ حالانکہ "اسباط" خاص صلبی اولاد کو نہیں بلکہ اقوام و امم کو کہتے ہیں۔ اور "بنی اسرائیل" کی اسباط پر تقسیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہوئی ہے۔

(۶) **حضرت یوسفؑ کی نبوت کی پیشگوئی** یعنی جس طرح ایسا اچھا خواب دکھلایا، اسی طرح محض جاذبۂ رحمت سے اپنی بارگاہ قرب میں تجھ کو خصوصی مقام عطاء فرمائیگا۔ چنانچہ نبوت عطاء فرمائی اور طرح طرح کی ظاہری و باطنی نوازشیں کیں۔

(۷) **حضرت یوسفؑ کو تعبیر خواب کا علم** مثلاً تعبیر رؤیا، یعنی خواب سن کر اُس کے اجزاء کو ذہانت و فراست سے ٹھکانے پر لگا دینا۔ یا ہر بات کے موقع و محل کو سمجھنا، اور معاملات کے عواقب و نتائج کو فوراً پرکھ لینا۔ یا خدا اور پیغمبروں کے ارشادات اقوام و امم کے قصص اور کتب منزلہ کے مضامین کی تہ تک پہنچ جانا۔ یہ سب چیزیں "تاویل الاحادیث" کے تحت میں مندرج ہو سکتی ہیں۔

(۸) یعنی اُخروی نعمتوں کے ساتھ دنیوی نعمتیں عطا فرمائیگا۔ نبوت کے ساتھ بادشاہت میں حصہ دیگا اور شدائد و محن سے نجات دیکر خوشحالی و فراغ بالی کی زندگی نصیب کریگا۔

(۹) یعقوبؑ کے گھرانے کو دنیوی مکروہات اور مادی تکلیفوں سے رہائی دیگا اور آئندہ اُن کی نسل سے بڑے بڑے پیغمبر اور بادشاہ پیدا کرے گا حضرت یعقوبؑ نے تواضعاً اپنا نام نہیں لیا۔ اپنے والد حضرت اسحاق اور اُن کے والد حضرت ابراہیمؑ کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابراہیم کو خدا نے اپنا خلیل اور نبی بنایا، اُن کے دشمن نمرود کو ہلاک کیا، آگ کے شعلوں کو اُن کے لئے گلزار بنا دیا، حضرت اسحاق کو نبوت عطا کی، پھر اِن کے صلب سے حضرت یعقوب جیسا نبی پیدا کیا۔ جس سے تمام انبیائے بنی اسرائیل کا سلسلہ چلا۔ حدیث صحیح میں ہے۔ الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراھیم (تنبیہ) حضرت یعقوبؑ نے جو پیشگوئی کی اس کا کچھ حصہ تو غالباً حضرت یوسفؑ کے خواب سے سمجھے اور اس سے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ایسا موزوں و مبارک خواب دیکھا۔ اور کچھ حضرت یوسفؑ کے خصائل و شمائل سے یا وحی الٰہی کے ذریعہ سے مطلع ہوئے ہوں گے۔

(۱۰) یعنی وہ ہر ایک کی مناسبت و استعداد سے باخبر ہے اپنی حکمت سے اُسی کے مناسب فیض پہنچاتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝٧ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَ

البتہ ہیں یوسف کے قصہ میں اور اُس کے بھائیوں کے قصہ میں نشانیاں پوچھنے والوں کیلئے ف۱۱ جب کہنے لگے البتہ یوسف اور اُس کا بھائی زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو ہم سے اور

نَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۨ ۝٨ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ

ہم اُنسر قوت والے لوگ ہیں البتہ ہمارا باپ صریح خطا پر ہے ف۱۲ مار ڈالو یوسف کو یا پھینک دو کسی ملک میں کہ خالص رہے تم پر توجہ

اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝٩ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ

تمہارے باپ کی ف۱۳ اور ہو رہنا اس کے بعد نیک لوگ ف۱۴ بولا ایک بولنے والا اُن میں مت مار ڈالو یوسف کو اور ڈال دو اُس کو گمنام کنوئیں

الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝١٠

میں کہ اٹھا لیجائے اسکو کوئی مسافر اگر تم کو کرنا ہے ف۱۵

(۱۱) **قصۂ یوسفؑ میں نشانیاں ہیں** یعنی جو لوگ اس طرح کے واقعات دریافت کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہتے ہیں ان کے لئے یوسف اور ان کے بھائیوں کی سرگذشت میں ہدایت و عبرت کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ اس قصہ کو سن کر قلوب میں حق تعالیٰ کی عظیم قدرت و حکمت کا نقش جم جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بین ثبوت ملتا ہے کہ آپ باوجود امی ہونے اور کسی کتاب یا معلم سے استفادہ نہ کرنے کے ایسے منقح و منضبط تاریخی حقائق کا انکشاف فرماتے ہیں جن کے بیان کی بجز اعلام ربانی کے کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی۔ خصوصاً قریش مکہ کے لئے (جو یہود کے اکسانے سے اس قصہ کے متعلق حضور سے سوال کر رہے تھے) اس واقعہ میں بڑا عبرت آموز سبق ہے کہ جس طرح حضرت یوسف کو بھائیوں نے گھر سے نکالا، از راہ حسد قتل یا جلاوطن کرنے کے مشورے کئے۔ طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں۔ اہانت و استخفاف میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا آخر ایک دن آیا کہ یوسف کی طرف نادم و محتاج ہو کر آئے۔ یوسف علیہ السلام کو خدا نے دین و دنیا کے اعلیٰ مناصب پر فائز کیا اور انہوں نے اپنے عروج و اقتدار کے وقت بھائیوں کے جرائم سے چشم پوشی کی اور نہایت دریا دلی سے سب کے قصور معاف کر دیئے۔ ٹھیک اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برادری نے آپ کے متعلق ناپاک منصوبے باندھے، دکھ پہنچائے، عزت و آبرو پر حملے کئے، حتیٰ کہ وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ لیکن جلد وہ دن آنے والا تھا جب وطن سے علیحدہ ہو کر آپ کی کامیابی اور رفعت شان کا آفتاب چمکا، اور چند سال کے بعد فتح مکہ کا وہ تاریخی دن آپہنچا جبکہ آپ نے اپنے قومی اور وطنی بھائیوں کی گذشتہ تقصیرات پر بعینہ حضرت یوسف والے کلمات "لا تثریب علیکم الیوم" فرما کر قلم عفو کھینچ دیا۔

(۱۲) **برادران یوسفؑ کا حسد** حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف اور ان کے عینی بھائی بنیامین سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے کیونکہ یہ دونوں اپنے علاتی بھائیوں سے چھوٹے تھے، والدہ کا انتقال ہو چکا تھا اور خاص حضرت یوسف کی نسبت اپنے نور فراست یا الہام ربانی سے سمجھ چکے تھے کہ ان کا مستقبل نہایت درخشاں ہے اور نبوت کا خاندانی سلسلہ ان کی ذات سے وابستہ ہونیوالا ہے۔ خود یوسف علیہ السلام کا حسن صورت و سیرت اور کمال ظاہری و باطنی پدر بزرگوار کی محبت خصوصی کو اپنی طرف جذب کرتا تھا۔ دوسرے بھائیوں کو یہ چیز ناگوار تھی۔ وہ کہتے تھے کہ وقت پر کام آنیوالے تو ہم ہیں۔ ہمارا ایک طاقتور جتھا ہے جو باپ کی ضعیفی میں کام آسکتا ہے ان چھوٹے لڑکوں سے کیا امید ہو سکتی ہے؟ ان ہی خیالات کے ماتحت اپنے والد بزرگوار کی نسبت کہتے تھے کہ وہ اس معاملہ میں سخت غلطی اور صریح خطاء پر ہیں۔ اپنے نفع و نقصان کا صحیح موازنہ نہیں کرتے۔

(۱۳) **حضرت یوسفؑ کے قتل کا منصوبہ** یعنی رشک و حسد کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی۔ آخر آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف کی موجودگی میں ممکن نہیں کہ والد بزرگوار کی خصوصی محبت و توجہ کو ہم اپنی طرف کھینچ سکیں، اس لئے یوسف کا قصہ ہی یہاں سے ختم کر دینا چاہئے خواہ قتل کر دو یا کسی دور دراز ملک کی طرف پھینک دو جہاں سے واپس نہ آسکے۔ جب وہ نہ رہیں گے تو باپ کی ساری توجہات اور مہربانیوں کے ہم ہی تنہا حقدار رہ جائیں گے۔ بنیامین کے معاملہ کو غالباً ان کے یہاں کوئی اہمیت نہیں تھی، گویا اس کی محبت کو یوسفؑ کی محبت کا ضمیمہ سمجھتے تھے۔

(۱۴) یعنی ایک مرتبہ قتل وغیرہ کا گناہ کرنا پڑے گا۔ اس سے فارغ ہو کر توبہ کر لیں گے اور خوب نیک بن جائیں گے گویا رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔ بعض مفسرین نے "وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صَالِحِيْنَ" کے معنی یہ لئے ہیں کہ یوسف کے بعد ہمارے سب کام ٹھیک اور درست ہو جائیں گے کیونکہ پدر بزرگوار کا دست شفقت یوسف سے مایوس ہو کر صرف ہمارے ہی سروں پر رہا کرے گا۔

(۱۵) **یہودا کی تجویز** یہ کہنے والا "یہودا" تھا۔ یعنی قتل کرنا بہت سخت بات ہے اور ہمارا مقصد بدون اس کے بھی حاصل ہو سکتا ہے اگر تم یوسف کو یہاں سے علیحدہ کرنا چاہتے ہو تو آسان صورت یہ ہے کہ اس کو بستی سے دور کسی گمنام کنوئیں میں ڈال دو۔ ابو حیان نے بعض اہل لغت سے نقل کیا ہے کہ "غَیٰبَتِ الْجُبِّ" اس طاقچہ وغیرہ کو کہتے ہیں جو کنوئیں (باولی) میں پانی سے ذرا اوپر بنا ہوا ہو۔ غرض یہ تھی کہ ہم خواہی نخواہی

عمدًا ہلاک کرنے کا گناہ اپنے سر نہ لیں۔ ایسے کنوئیں میں ڈال دینے کے بعد بہت ممکن ہے کوئی مسافر اُدھر سے گذرے اور خبر پاکر کنوئیں سے نکال لیجائے۔ اس صورت میں ہمارا مقصد حاصل ہو جائیگا اور خون ناحق میں ہاتھ رنگین نہ کرنے پڑیں گے گویا سانپ مر جائیگا اور لاٹھی نہ ٹوٹے گی۔

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰي يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ

بولے اے باپ کیا بات ہے کہ تو اعتبار نہیں کرتا ہمارا یوسف پر اور ہم تو اُسکے خیرخواہ ہیں ف۱۶ بھیج اُس کو ہمارے ساتھ کل کو خوب کھائے اور کھیلے

وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ

اور ہم تو اسکے نگہبان ہیں ف۱۷ بولا مجھ کو غم ہوتا ہے اس سے کہ تم اُس کو لیجاؤ اور ڈرتا ہوں اس سے کہ کھا جائے اسکو بھیڑیا اور تم

عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ

اُس سے بیخبر رہو ف۱۸ بولے اگر کھا گیا اُس کو بھیڑیا اور ہم ایک جماعت ہیں قوت ور تو تو ہم نے سب کچھ گنوا دیا ف۱۹ پھر جب لیکر چلے اُس کو

وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا

اور متفق ہوئے کہ ڈالیں اُس کو گمنام کنوئیں میں اور ہم نے اشارہ کر دیا اُسکو کہ تو جتائیگا اُن کو اُن کا یہ کام اور وہ تجھ کو

يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَجَاۗءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَاۗءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ

نہ جانینگے ف۲۰ اور آئے اپنے باپ کے پاس اندھیرا پڑے روتے ہوئے ف۲۱ کہنے لگے اے باپ ہم لگے دوڑنے آگے نکلنے کو اور چھوڑا یوسف کو

عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾

اپنے اسباب کے پاس پھر اُس کو کھا گیا بھیڑیا ف۲۲ اور تو باور نہ کریگا ہمارا کہنا اور اگرچہ ہم سچے ہوں ف۲۳

الثلثۃ

(۱۶) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے بھی باپ سے اس قسم کی درخواست کر چکے تھے مگر اُن کا دل اُنکے ساتھ بھیجنے پر مطمئن نہیں ہوا۔

(۱۷) **حضرت یوسفؑ کو ساتھ لے جانے کی درخواست** یعنی ایسے خوبصورت بچے کے قوی گھر میں خالی پڑے رہنے سے بیکار ہوئے جاتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ہمارے ساتھ اس کو بکریاں چرانے کے لئے جنگل بھیجدیجئے۔ وہاں جنگل کے پھل میوے خوب کھائے گا اور کھیل کود سے جسمانی ورزش بھی ہو جائے گی۔ کہتے ہیں اُن کا کھیل بھاگ دوڑ اور تیراندازی تھی۔ اور ویسے بھی بچوں کے لئے مناسب حد تک کھیلنا جیسا کہ ابو حیان نے کہا ہے نشاط و شگفتگی کا موجب ہے۔ غرض یعقوب علیہ السلام سے یوسفؑ کو ساتھ لے جانے کی پُر زور درخواست کی اور نہایت موکد طریقہ سے اطمینان دلایا کہ ہم برابر اُس کی حفاظت کرینگے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ خود یوسف کو بھی جداگانہ طور پر ساتھ چلنے اور باپ سے اجازت لینے کی ترغیب دی۔

(۱۸) یعنی یوسفؑ کی جدائی اور تمہارے ساتھ جانے کا تصور ہی مجھے غمگین بنائے دیتا ہے اُس پر یہ خوف مزید رہا کہ بچہ ہے۔ تمہاری بے خبری اور غفلت میں بھیڑیا وغیرہ کوئی درندہ نہ پھاڑ کھائے۔ لکھا ہے کہ اس جنگل میں بھیڑیے کثرت سے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اُن کو آگے چل کر بھیڑیے کا بہانہ کرنا تھا وہ ہی اُن کے دل میں خوف آیا" بعض محققین کا خیال یہ ہے کہ "اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ" فرمانا حضرت یعقوبؑ جیسے پیغمبر کے درجہ توکل و تفویض سے ذرا نازل بات تھی۔ اُس کا جواب یہ ملا کہ لڑکوں نے گویا اُن کے منہ میں سے بات پکڑ لی۔ جو اندیشہ ظاہر کیا تھا وہ ہی واقعہ بنا کر لے آئے۔

(۱۹) یعنی اگر ہماری جیسی طاقتور جماعت کی موجودگی میں چھوٹے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے تو سمجھو کہ ہم بالکل ہی گئے گذرے ہوئے اس

سے بڑھ کر کیا خسارہ ہوگا کہ دس گیارہ تنومند بھائیوں کی آنکھوں کے سامنے سے ایک کمزور بچہ بھیڑیے کے منہ میں پہنچ جائے۔ ایسا ہو تو کہنا چاہئے کہ ہم نے اپنا سب کچھ گنوا دیا۔

(۲۰) مفسرین نے بہت سے درمیانی قصے نہایت دردانگیز اور رقت خیز پیرایہ میں نقل کئے ہیں جنہیں سن کر پتھر کا کلیجہ موم ہو جائے۔ خدا جانے وہ کہاں تک صحیح ہیں۔ قرآن کریم اپنے خاص نصب العین کے اعتبار سے اس قسم کی تفاصیل کو زیادہ درخور اعتناء اور لائق ذکر نہیں سمجھتا کیونکہ ان اجزاء سے کوئی مہم مقصد متعلق نہیں ہے۔ قرآن کریم اپنے سامعین کے دلوں میں وہ رقت پیدا کرنا چاہتا ہے جس کا منشاء خالص ایمان وعرفان ہو۔ عام رقت جو ہر کافر و مومن بلکہ حیوانات تک میں طبعاً مشترک ہے اس پر عام خطباء کی طرح زور دینا قرآن کی عادت نہیں، یہاں بھی اس نے درمیانی واقعات حذف کر کے آخری بات بتلادی کہ برادران یوسفؑ کو بلطائف الحیل باپ کے پاس سے لے گئے اور ٹھہری ہوئی قرارداد کے موافق کنوئیں میں ڈالنے کا تہیہ کر لیا۔ اس وقت ہم نے یوسفؑ کو اشارہ کیا جس کی دوسروں کو مطلق خبر نہیں ہوئی کہ گھبراؤ نہیں، ایک وقت آیا چاہتا ہے کہ یہ سب کارروائیاں تم ان کو یاد دلاؤ گے اور اس وقت تم ایسے بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ پر ہوگے کہ یہ تم کو پہچان نہ سکیں گے یا طول عہد کی وجہ سے تم کو شناخت نہ کر سکیں گے۔ یہ خدائی اشارہ خواب میں ہوا یا بیداری میں، بطریق الہام ہوا یا فرشتہ کے ذریعہ سے، اس کی تفصیل قرآن میں نہیں۔ البتہ ظاہر الفاظ کو دیکھ کر کہا گیا ہے کہ وحی کا آنا چالیس برس کی عمر پر موقوف نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت یوسف اس وقت بہت کم عمر تھے۔ واللہ اعلم۔

(۲۱) **حضرت یعقوب کے سامنے بھائیوں کا گریہ** یا تو گھر پہنچتے پہنچتے اندھیرا ہو گیا یا جان بوجھ کر اندھیرے سے آئے کہ دن کے اجالے میں باپ کو منہ دکھانا زیادہ مشکل تھا اور رات کی سیاہ چادر بے حیائی، سنگدلی، اور جھوٹی آہ و بکا کی کسی حد تک پردہ داری کر سکتی تھی۔ اعمش نے خوب فرمایا کہ برادران یوسفؑ کا گریہ و بکا سننے کے بعد ہم کسی شخص کو محض چشم اشکبار سے سچا نہیں سمجھ سکتے۔

(۲۲) **بھائیوں کی جھوٹی کہانی** یعنی ہم نے حفاظت میں کچھ کوتاہی نہیں کی ہمارے کپڑے لتے وغیرہ قابل حفاظت چیزیں جہاں رکھی تھیں وہیں یوسف کو بٹھلایا اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کو بھاگ دوڑ شروع کی۔ بس ذرا آنکھ سے اوجھل ہونا تھا کہ بھیڑیے نے یوسف کو آدبوچا۔ اس موقع پر اتنی ذرا سی دیر میں احتمال بھی نہ تھا کہ بھیڑیا پہنچ کر فوراً یوسف کو شکار کر لے گا۔

(۲۳) یعنی یوسف کے معاملہ میں پہلے ہی سے آپ کو ہماری طرف بدگمانی ہے۔ اگر آپ کے نزدیک ہم بالکل سچے بھی ہوں تب بھی اس معاملہ خاص میں کسی طرح ہماری بات کا یقین نہیں کر سکتے۔

وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَاللّٰهُ

اور لائے اُس کے کرتے پر لہو لگا کر جھوٹ ف۲۴ بولا یہ ہرگز نہیں بلکہ بنا دی ہے تم کو تمہارے جیوں نے ایک بات اب صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی

الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ (۱۸) وَجَآءَتْ سَیَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰی دَلْوَهٗ ؕ قَالَ یٰبُشْرٰی هٰذَا

سے مدد مانگتا ہوں اُس بات پر جو تم ظاہر کرتے ہو ف۲۵ اور آیا ایک قافلہ پھر بھیجا اپنا پانی بھرنے والا اُس نے لٹکایا اپنا ڈول کہنے لگا کیا خوشی کی بات ہے یہ ہے ایک

غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ (۱۹) وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ

لڑکا ف۲۶ اور چھپا لیا اُس کو تجارت کا مال سمجھ کر ف۲۷ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ف۲۸ اور بیچ آئے اُسکو بھائی ناقص قیمت کو گنتی کی چونیاں ف۲۹

وَكَانُوْا فِیْهِ مِنَ الزّٰهِدِیْنَ (۲۰) ع ف۳۰

اور ہو رہے تھے اُس سے بیزار

ع ۲ / ۱۲

(۲۴) ایک بکری یا ہرن وغیرہ ذبح کر کے اس کا خون یوسف کی قمیص پر چھڑک لائے تھے وہ جھوٹا خون پیش کر کے باپ کو یقین دلانے لگے کہ بھیڑیے کے زخمی کرنے سے یہ کرتہ خون آلود ہو گیا۔

(۲۵) **حضرت یوسفؑ کا خون آلود کرتہ** بھلا جس کو شام میں بیٹھ کر مصر سے یوسف کے کرتہ کی خوشبو آتی تھی وہ بکری کے خون پر یوسفؑ کے خون کا گمان کب کر سکتا تھا۔ انہوں نے سنتے ہی جھٹلا دیا۔ اور جیسا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہنے لگے کہ وہ بھیڑیا واقعی بڑا حلیم و متین ہو گا جو یوسف کو لے گیا اور خون آلود کرتہ کو نہایت احتیاط سے صحیح و سالم اتار کر رکھ گیا سچ ہے "دروغگو را حافظہ نباشد"۔ خون کے چھینٹے تو دیے مگر یہ خیال نہ رہا کہ قمیص کو بے ترتیبی سے نوچ کر اور پھاڑ کر پیش کرتے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صاف طور پر فرما دیا کہ یہ سب تمہاری سازش اور اپنے دلوں سے تراشی ہوئی باتیں ہیں۔ بہر حال میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہو گا نہ تم سے انتقام کی کوشش صرف اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس صبر میں میری مدد فرمائے اور اپنی اعانت غیبی سے جو باتیں تم ظاہر کر رہے ہو، ان کی حقیقت اس طرح آشکار کر دے کہ سلامتی کے ساتھ یوسفؑ سے دوبارہ ملنا نصیب ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ جس امتحان میں وہ مبتلا کیے گئے ہیں وہ پورا ہو کر رہیگا اور ایک مدت معین کے بعد اس مصیبت سے نجات ملیگی۔ فی الحال ڈھونڈھنے یا انتقامی تدابیر اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ یوسف ابھی ملیں گے نہیں۔ ہاں دوسرے بیٹے ساری دنیا میں رسوا ہو جائیں گے اور ممکن ہے کہ طیش میں آکر خود یعقوبؑ کو ایذا پہنچانے کی کوشش کریں۔ کذا قال الامام الرازی فی الکبیر۔ واللہ اعلم۔

(۲۶) **کنوئیں میں حضرت یوسفؑ کے تین دن** کہتے ہیں تین روز تک یوسف علیہ السلام کنوئیں میں رہے۔ قدرت الٰہی نے حفاظت کی۔ ایک بھائی یہودا کے دل میں ڈال دیا کہ وہ ہر روز کنوئیں میں کھانا پہنچا آتا تھا۔ ویسے بھی سب بھائی خبر رکھتے تھے کہ مریں نہیں۔ کسی دوسرے ملک کا مسافر نکال لیجائے تو ہمارے درمیان سے یہ کانٹا نکل جائے۔ سچ ہے گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است۔ آخر مدین سے مصر کو جانیوالا ایک قافلہ ادھر سے گذرا، انہوں نے کنواں دیکھ کر اپنا آدمی پانی بھرنے کو بھیجا، اس نے ڈول پھانسا تو حضرت یوسف چھوٹتے تو تھے ہی ڈول میں ہو بیٹھے اور رسی ہاتھ سے پکڑ لی کھینچنے والے نے ان کا حسن و جمال دیکھ کر بے ساختہ خوشی سے پکارا کہ یہ تو عجیب لڑکا ہے بڑی قیمت کو بکیگا

(۲۷) یعنی کھینچنے والے نے اس واقعہ کو دوسرے ہمراہیوں سے چھپانا چاہا کہ اوروں کو خبر ہو گی تو سب شریک ہو جائیں گے۔ شاید یہ ظاہر کیا کہ یہ غلام اس کے مالکوں نے مجھ کو دیا ہے تا مصر کے بازار میں فروخت کروں۔

(۲۸) یعنی بھائی بے وطن کرنا چاہتے تھے اور قافلہ والے بیچ کر دام وصول کرنے کا ارادہ کر رہے تھے اور خدا تعالیٰ خزائن مصر کا مالک بنانا چاہتا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو ان کارروائیوں کو ایک سیکنڈ میں روک دیتا، لیکن اس کی مصلحت تاخیر میں تھی، اس لیے سب چیزوں کو جانتے اور دیکھتے ہوئے انہیں ڈھیل دی گئی۔

(۲۹) **بھائیوں کا حضرت یوسفؑ کو فروخت کرنا** بھائیوں کو خبر ہوئی کہ قافلہ والے نکال لے گئے۔ وہاں پہنچے اور ظاہر کیا کہ یہ ہمارا غلام بھاگ آیا ہے چونکہ اسے بھاگنے کی عادت ہے اس لیے ہم رکھنا نہیں چاہتے، تم خرید و تو خرید سکتے ہو۔ مگر بہت سخت نگرانی رکھنا کہیں بھاگ نہ جائے۔ کہتے ہیں اٹھارہ درہم یا کم و بیش میں بیچ ڈالا، اور نو بھائیوں نے دو دو درہم (تقریباً آٹھ آٹھ آنے) بانٹ لیے۔ ایک بھائی یہودا نے حصہ نہیں لیا۔

(۳۰) یعنی اس قدر ارزاں بیچنے سے تعجب مت کرو۔ وہ اتنے بیزار تھے کہ مفت ہی دے ڈالتے تو مستبعد نہ تھا۔ جو پیسے مل گئے غنیمت سمجھا بعض مفسرین کہتے ہیں آیت میں اس بیع کا ذکر ہے جو قافلہ والوں نے مصر پہنچ کر کی۔ اگر ایسا ہو تو کہا جائے گا کہ پڑی ہوئی چیز کی قدر نہ کی۔ اور یہ اندیشہ رہا کہ پھر کوئی آکر دعویٰ نہ کر بیٹھے۔ نیز آبق (بھگوڑا) ہونے کا عیب سن چکے تھے، اس لیے سستے داموں بیچ ڈالا۔ والظاہر ہو الاول۔ واللہ اعلم

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ

اور کہا جس شخص نے خرید کیا اُس کو مصر سے اپنی عورت کو آبرو سے رکھ اس کو شاید ہمارے کام آئے یا ہم کرلیں اُسکو بیٹا ف۳۱

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓي

اور اسی طرح جگہ دی ہم نے یوسف کو اس ملک میں اور اس واسطے کہ اُسکو سکھائیں کچھ ٹھکانے پر بٹھانا باتوں کا ف۳۲ اور اللہ زور رہتا ہے اپنے کام

اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢١﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ

میں ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ف۳۳ اور جب پہنچ گیا اپنی قوت کو دیا ہم نے اُسکو حکم اور علم ف۳۴ اور ایسا ہی

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ

بدلہ دیتے ہیں ہم نیکی والوں کو ف۳۵ اور پھسلایا اُس کو اُس عورت نے جسکے گھر میں تھا اپنا جی تھامنے سے اور بند کر دیے دروازے اور بولی

هَيْتَ لَكَ ۭ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ

شتابی کر ف۳۶ کہا خدا کی پناہ وہ عزیز مالک ہے میرا اچھی طرح رکھا ہے مجھ کو بیشک بھلائی نہیں پاتے جو لوگ کہ بے انصاف ہوں ف۳۷ اور البتہ عورت نے فکر

بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا

کیا اُسکا اور اُس نے فکر کیا عورت کا ف۳۸ اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی ف۳۹ یوں ہی ہوا تاکہ ہٹائیں ہم اُس سے بُرائی اور بے حیائی البتہ وہ ہے ہمارے برگزیدہ

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۭ قَالَتْ مَا جَزَاۗءُ

بندوں میں ف۴۰ اور دونوں دوڑے دروازہ کو اور عورت نے چیر ڈالا اُس کا کرتہ پیچھے سے اور دونوں مل گئے عورت کے خاوند سے دروازہ کے پاس ف۴۱ بولی اور کچھ سزا نہیں

مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْۗءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾

ایسے شخص کی جو چاہے تیرے گھر میں بُرائی مگر یہی کہ قید میں ڈالا جائے یا عذاب دردناک ف۴۲

(۳۱) **حضرت یوسفؑ عزیز مصر کے یہاں** کہتے ہیں مصر پہنچ کر نیلام ہوا۔ عزیز مصر جو وہاں کا مدار المہام تھا، اُس کی بولی پر معاملہ ختم ہوا۔ اس نے اپنی عورت (زلیخا یا راعیل) سے کہا کہ نہایت پیارا، قبول صورت، اور ہونہار لڑکا معلوم ہوتا ہے۔ اُس کو پوری عزت و آبرو سے رکھو۔ غلاموں کا معاملہ مت کرو۔ شاید بڑا ہو کر ہمارے کام آئے۔ ہم اپنا کاروبار اُس کے سپرد کر دیں یا جب اولاد نہیں ہے تو بیٹا بنالیں۔

(۳۲) **حضرت یوسف کو عطائے تمکین** یعنی ہم نے اپنی قدرت کاملہ اور تدبیر لطیف سے یوسف کو بھائیوں کی حاسدانہ سختیوں اور کنوئیں کی قید سے نکال کر عزیز مصر کے یہاں پہنچا دیا۔ پھر اُس کے دل میں یوسف کی محبت و وقعت القا فرمائی اس طرح ہم نے اُن کو مصر میں ایک معزز جگہ دی اور اہل مصر کی نظروں میں اُن کو وجیہہ و محبوب بنادیا۔ تا یہ چیز آئندہ ترقیات اور سربلندیوں کا پیش خیمہ ہو اور بنی اسرائیل کو مصر میں بسانے کا ذریعہ بنے۔ ساتھ ہی یہ بھی منظور تھا کہ عزیز مصر کے یہاں رہ کر بڑے سرداروں کی صحبت دیکھیں تا سلطنت کے رموز و اشارات سمجھنے اور تمام باتوں کو اُن کے ٹھکانے پر بٹھانے کا کامل سلیقہ اور تجربہ حاصل ہو (تنبیہ) اسی سورت کے پہلے رکوع میں "تاویل الاحادیث" کا لفظ گذر چکا ہے۔ اس کی تفسیر وہاں ملاحظہ کر لیجئے۔

(۳۳) **حضرت یوسفؑ کا علم و حکمت** یعنی بھائیوں نے یوسف کو گرانا چاہا۔ خدا نے اُن کو آسمان رفعت پر پہنچا دیا۔ اکثر لوگ کوتاہ نظری سے دیکھتے نہیں کہ انسانی تدبیروں کے مقابلہ میں کس طرح خدا کا بندوبست غالب آتا ہے۔

(۳۴) یعنی جب یوسف ؑ کے تمام قویٰ حد کمال کو پہنچ گئے تو خدا کے یہاں سے عظیم الشان علم و حکمت کا فیض پہنچا۔ نہایت مشکل عقدے اپنی فہم رسا سے حل کرتے، بڑی خوبی اور دانائی سے لوگوں کے نزاعات چکاتے دین کی باریکیاں سمجھتے، جو زبان سے کہتے وہ کر کے دکھلاتے۔ سفیہانہ اخلاق سے قطعاً پاک وصاف اور علم شرائع کے پورے ماہر تھے۔ تعبیر رویاء کا علم تو اُن کا مخصوص حصّہ تھا۔

(۳۵) جو لوگ فطرت کی رہنمائی یا تقلید صالحین اور توفیق ازلی سے نوائب وحوادث پر صابر رہ کر عمدہ اخلاق اور نیک چال چلن اختیار کرتے ہیں حق تعالیٰ اُن پر ایسے ہی انعام فرماتا ہے۔

(۳۶) **حضرت یوسف ؑ کا کڑا امتحان** ادھر تو الطاف غیبیہ حضرت یوسف کی عجیب و غریب طریقہ سے تربیت فرما رہے تھے۔ اُدھر عزیز کی بیوی (زلیخا) سے اُن کے سامنے ایک نہایت ہی مزلۃ الاقدام موقع امتحان کا کھڑا کر دیا یعنی حضرت یوسف کے حسن وجمال پر زلیخا مفتون ہو گئی اور دلکشی و مہر بانی کے سارے سامان جمع کر کے چاہا کہ یوسف کے دل کو اُن کے قابو سے باہر کر دے۔ ایک عیش و نشاط کے سامان، نفسانی جذبات پورے کرنے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں، یوسف علیہ السلام کا ہر وقت زلیخا کے گھر میں موجود رہنا، اُس کا نہایت محبت اور پیار سے رکھنا تنہائی کے وقت خود عورت کی طرف سے ایک خواہش کا بیتابانہ اظہار، کسی غیر کے آنے جانے کے سب دروازے بند، دوسری طرف جوانی کی عمر، قوت کا زمانہ، مزاج کا اعتدال، تجرد کی زندگی، یہ سب دواعی واسباب ایسے تھے جن سے ٹکرا کر بڑے سے بڑے زاہد کا تقویٰ بھی پاش پاش ہو جاتا مگر خدا نے جس کو محسن قرار دے کر علم و حکمت کے رنگ میں رنگین کیا اور پیغمبرانہ عصمت کے بلند مقام پر پہنچایا، اس پر کیا مجال تھی کہ شیطان کا قابو چل جاتا۔ اُس نے ایک لفظ کہا "معاذ اللہ" (خدا کی پناہ) اور شیطانی جال کے سارے حلقے توڑ ڈالے کیونکہ جس نے خدا کی پناہ لی اُس پر کس کا وار چل سکتا ہے؟

(۳۷) **آپ کی ثابت قدمی اور پاکبازی** یعنی خدا کی پناہ میں ایسی قبیح حرکت کیسے کر سکتا ہوں؟ علاوہ بریں "عزیز میرا مربی ہے جس نے مجھے ایسی عزت وراحت سے رکھا، کیا میں اپنے محسن کے ناموس پر حملہ کروں"؟ ایسی محسن کشی اور بے انصافی کرنیوالے کبھی بھلائی اور کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ نیز جب ظاہری مربی کا ہم کو اس قدر پاس ہے تو سمجھ لو کہ اُس پروردگار حقیقی سے ہمیں کس قدر شرمانا اور حیا کرنا چاہئے جس نے محض اپنے فضل سے ہماری تربیت فرمائی اور اپنے بندوں کو ہماری خدمت وراحت رسانی کے لئے کھڑا کر دیا۔ (تنبیہ) بعض مفسرین نے "اِنَّهٗ رَبِّیْ" کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کی ہے۔

(۳۸) **زلیخا اور حضرت یوسف کی رغبت "ھَمّ" کا فرق** یعنی عورت نے پھانسنے کی فکر کی اور اُس نے فکر کی کہ عورت کا داؤ چلنے نہ پائے اگر اپنے رب کی حجت وقدرت کا معائنہ نہ کرتا تو ثابت قدم رہنا مشکل تھا۔ بعض مفسرین نے "وَهَمَّ بِهَا" کو "وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ" سے علیحدہ کر کے "لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ" سے متعلق کیا ہے۔ جیسے "اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا" کی ترکیب ہے۔ اس وقت مقصود یوسف کے حق میں "ہم" کا ثابت کرنا نہیں بلکہ نفی کرنا ہے۔ ترجمہ یوں ہوگا۔ کہ عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور یوسف بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے پروردگار کی قدرت وحجت نہ دیکھ لیتا۔ بعض نے "وَهَمَّ بِهَا" میں لفظ "ھَمّ" کو بمعنی میلان و رغبت کے لیا ہے۔ یعنی یوسف کے دل میں کچھ رغبت ومیلان بے اختیار پیدا ہوا۔ جیسے روزہ دار کو گرمی میں ٹھنڈے پانی کی طرف طبعاً رغبت ہوتی ہے لیکن نہ وہ پینے کا ارادہ کرتا ہے نہ یہ بے اختیاری رغبت کچھ مضر ہے۔ بلکہ باوجود رغبت طبعی کے اُس سے قطعاً محترز رہنا مزید اجر وثواب کا موجب ہے اسی طرح سمجھ لو کہ ایسے اسباب ودواعی قویہ کی موجودگی سے طبع بشری کے موافق بلا اختیار وارادہ یوسف علیہ السلام کے دل میں کسی قسم کی رغبت ومیلان کا پایا جانا نہ عصمت کے منافی ہے نہ اُن کے مرتبہ کو گھٹاتا ہے۔ بلکہ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ کی حدیث ہے کہ اگر بندہ کا میلان کسی بُرائی کی طرف ہوا لیکن اُس پر عمل نہ کیا تو اُس کے فرد حسنات میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ اُس

نے (باوجود رغبت و میلان) میرے خوف سے اُس بُرائی کو ہاتھ نہ لگایا۔ بہرحال باوجود اشتراک لفظی کے زلیخا کے "ہم" اور یوسف کے "ہم" میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے اسی لئے قرآن کریم نے دونوں کے "ہم" کو ایک ہی لفظ میں جمع نہیں کیا اور نہ زلیخا کے "ہم" کی طرح یوسفؑ کے "ہم" پر "لام" اور "قد" داخل کیا گیا۔ بلکہ سیاق و الحاق میں بہت سی دلائل یوسف علیہ السلام کی طہارت و نزاہت پر قائم فرمائیں۔ جو غور کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ تفصیل "روح المعانی" اور "تفسیر عزیزی" وغیرہ میں موجود ہے۔

(۳۹) **اللہ کی بُرہان** "برہان" دلیل و حجت کو کہتے ہیں۔ یعنی اگر یوسف علیہ السلام اُس وقت اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو قلبی میلان پر چل پڑتے۔ دلیل کیا تھی؟ زنا کی حُرمت و شناعت کا وہ عین الیقین جو حق تعالیٰ نے اُن کو عطا فرمایا۔ یا وہی دلیل جو خود انہوں نے زلیخا کے مقابلہ میں "اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ" کہہ کر پیش کی۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے اُس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نظر آئے کہ انگلی دانتوں میں دبائے سامنے کھڑے ہیں۔ بعض نے کہا کہ کوئی غیبی تحریر نظر پڑی جس میں اس فعل سے روکا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

(۴۰) یعنی یہ بُرہان دکھانا اور ایسی طرح ثابت قدم رکھنا اس لئے تھا کہ یوسف ہمارے برگزیدہ بندوں میں ہیں۔ لہٰذا کوئی چھوٹی بڑی بُرائی خواہ ارادہ کے درجہ میں ہو یا عمل کے، اُن تک نہ پہنچ سکے۔

(۴۱) **حضرت یوسفؑ کا بھاگنا** آگے یوسفؑ تھے کہ جلدی دروازہ کھول کر نکل جائیں۔ اور پیچھے زلیخا انہیں روکنے کے لئے تعاقب کر رہی تھیں۔ اتفاقاً یوسف کے قمیص کا پچھلا حصہ زلیخا کے ہاتھ میں آگیا۔ اُس نے پکڑ کر کھینچنا چاہا۔ کھینچا تانی میں کرتہ پھٹ گیا۔ مگر یوسف جوں توں کر کے مکان سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ اِدھر یہ دونوں آگے پیچھے دروازہ پر پہنچے، اُدھر عورت کا خاوند عزیزِ مصر بھی آ پہنچ گیا۔ عورت نے فوراً بات بنانی شروع کی۔

(۴۲) **زلیخا کا الزام** عورت نے الزام یوسف پر رکھا کہ اس نے مجھ سے بُرا ارادہ کیا۔ ایسے شخص کی سزا یہ ہونی چاہئے کہ جیلخانہ بھیجا جائے یا کوئی اور سخت مار پڑے۔

قَالَ هِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ

یوسف بولا اسی نے خواہش کی مجھ سے کہ نہ تھاموں اپنے جی کو اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے[۴۳] اگر ہے کرتا اُس کا پھٹا آگے سے

فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ

تو عورت سچی ہے اور وہ ہے جھوٹا اور اگر ہے کرتہ اُس کا پھٹا پیچھے سے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ

الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَیْدِكُنَّ ۭ اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾

سچا ہے پھر جب دیکھا عزیز نے کرتہ اس کا پھٹا ہوا پیچھے سے کہا بیشک یہ ایک فریب ہے تم عورتوں کا البتہ تمہارا فریب بڑا ہے

یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ښ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕیْنَ ﴿۲۹﴾ ع ۳ ۹ ۱۴

یوسف جانے دے اس ذکر کو اور عورت تو بخشوا اپنا گناہ بیشک تو ہی تھی گنہ گار[۴۴]

(۴۳) **حضرت یوسفؑ کی صفائی** اب یوسف کو واقعہ ظاہر کرنا پڑا کہ عورت نے میرے نفس کو بے قابو کرنا چاہا۔ میں نے بھاگ کر جان بچائی۔ یہ جھگڑا ابھی چل رہا تھا کہ خود عورت کے خاندان کا ایک گواہ عجیب طریقہ سے یوسف کے حق میں گواہی دینے لگا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیر خوار بچہ تھا، جو خدا کی قدرت سے ـــــــ حضرت یوسف کی براءت و وجاہت عنداللہ ظاہر کرنے کو بول پڑا۔ اور

بعض علماء کہتے ہیں کہ بچہ نہیں کوئی مرد دانا تھا جس نے ایسی پتہ کی بات کہی۔ واللہ اعلم۔

(۴۴) **ایک شخص کی دانائی اور گواہی** اگر گواہ شیر خوار بچہ تھا جیسا کہ بعض معتبر روایات میں ہے تب تو اس کا بولنا اور ایسی گواہی دینا جو انجام کار یوسف کے حق میں مفید ہو، خود مستقل دلیل یوسف کی سچائی کی تھی۔ کرتہ کا آگے یا پیچھے سے پھٹا ہونا شہادت سے زائد بطور ایک علامت اور قرینہ کے سمجھنا چاہئے۔ اور اگر گواہ کوئی مرد دانا تھا تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خارجی طریقہ سے حقیقت حال پر مطلع ہو چکا تھا مگر اس نے نہایت دانائی سے ایسے پیرایہ میں شہادت دی جو دفعۃً کسی کی جانبداری پر بھی محمول نہ ہو اور آخر کار یوسف کی براءت ثابت کر دے۔ جو پیرایہ اظہار واقعہ کا اس نے اختیار کیا وہ غیر جانبداروں کے نزدیک نہایت معقول تھا۔ کیونکہ اگر عورت کے دعوے کے موافق یوسف نے (معاذ اللہ) اس کی طرف اقدام کیا تو ان کا چہرہ عورت کی طرف ہوگا تو ظاہر یہ ہے کہ کشمکش میں کرتہ بھی سامنے سے پھٹے اور اگر یوسف کا کہنا صحیح ہے کہ عورت مجھ کو اپنی طرف بلاتی تھی، میں دروازہ کی طرف بھاگا، اس نے پکڑنے کے لئے میرا تعاقب کیا تو کھلی ہوئی بات ہے کہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں یوسفؑ اس کی طرف متوجہ نہیں تھے بلکہ ادھر سے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے۔ بہر حال جب دیکھا گیا کہ کرتہ آگے سے نہیں پیچھے سے پھٹا ہے۔ تو عزیز نے سمجھ لیا کہ یہ سب عورت کا مکر و فریب ہے، یوسف قصوروار نہیں۔ چنانچہ اس نے صاف کہہ دیا کہ زلیخا کی پر فریب کارروائی اسی قسم کی ہے جو عموماً عورتیں کیا کرتی ہیں اس نے یوسف سے استدعا کی کہ جو ہونا تھا ہو چکا۔ آئندہ اس کا ذکر مت کرو کہ سخت رسوائی اور بدنامی کا موجب ہے۔ اور عورت کو کہا کہ یوسف سے یا خدا سے اپنے قصور کی معافی مانگ، یقیناً قصور تیرا ہی تھا۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِیْ

اور کہنے لگیں عورتیں اُس شہر میں عزیز کی عورت خواہش کرتی ہے اپنے غلام سے اُسکے جی کو فریفتہ ہو گیا اُس کا دل اُسکی محبت میں ہم تو دیکھتے ہیں اُسکو

ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ

صریح خطا پر ف۴۵ پھر جب سنا اس نے اُن کا فریب ف۴۶ بلوا بھیجا اُن کو اور تیار کی اُنکے واسطے ایک مجلس اور دی اُن کو ہر ایک کے

مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَیْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَیْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ۫ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ

ہاتھ میں ایک چھری اور بولی یوسف نکل آ اُنکے سامنے پھر جب دیکھا اُس کو ششدر رہ گئیں اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ ف۴۷ اور کہنے لگیں حاشا للہ

مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ؕ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ

نہیں یہ شخص آدمی یہ تو کوئی فرشتہ ہے بزرگ ف۴۸ بولی یہ وہی ہے کہ طعنہ دیا تھا تم نے مجھ کو اُسکے واسطے ف۴۹ اور میں نے لینا چاہا تھا اُس

عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَ لَىِٕنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَ لَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ

اُس کا جی پھر اُس نے تھام رکھا ف۵۰ اور بیشک اگر نہ کریگا جو میں اُسکو کہتی ہوں تو قید میں پڑیگا اور ہوگا بے عزت ف۵۱ یوسف بولا

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ

اے رب مجھ کو قید پسند ہے اُس بات سے جسکی طرف مجھ کو بلاتی ہیں اور اگر تو نہ دفع کریگا مجھ سے اُن کا فریب تو مائل ہو جاؤنگا اُن کی طرف اور ہو جاؤنگا

مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۴﴾

بے عقل ف۵۲ سو قبول کر لی اسکی دعا اسکے رب نے پھر دفع کیا اُس سے اُن کا فریب ف۵۳ البتہ وہی ہے سننے والا خبردار ف۵۴

(۴۵) **شہر کی عورتوں میں چرچا** یعنی شدہ شدہ شہر کی عورتوں نے کہنا شروع کیا کہ عزیز کی عورت اپنے نوجوان غلام پر مفتون ہوگئی چاہتی ہے کہ اس کے نفس کو بے قابو کر دے۔ غلام کی محبت اُس کے دل کی تہ میں پیوست ہو چکی ہے۔ حالانکہ ایسے معزز عہدہ دار کی بیوی کے لئے یہ سخت شرمناک بات ہے کہ وہ ایک غلام پر گرنے لگے، ہمارے نزدیک اس معاملہ میں وہ علانیہ غلطی پر ہے۔

(۴۶) عورتوں کی گفتگو کو مکر (فریب) اس لئے کہا کہ مکاروں کی طرح چھپ چھپ کر یہ باتیں کرتی تھیں۔ اور زلیخا پر طعن کر کے گویا اپنی پارسائی کا اظہار مقصود تھا۔ حالانکہ یوسف کے بے مثال حُسن و جمال کا شہرہ جس عورت کے کان میں پڑتا تھا، اُس کی دید کا اشتیاق دل میں چٹکیاں لینے لگتا تھا۔ کچھ بعید نہیں کہ زلیخا پر طعن و تشنیع اور نکتہ چینی کرنے والیوں کے دلوں میں یہی غرض پوشیدہ ہو کہ زلیخا کو غصہ دلا کر کسی ایسی حرکت پر آمادہ کر دیں جو یوسف کے دیدار کا سبب بن جائے۔ یا زلیخا کے دل میں اُس کی نفرت بٹھا کر اپنی طرف مائل کرنے کا موقع نکالیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ زلیخا نے بعض عورتوں کو اس معاملہ میں اپنا رازدار بنایا ہو۔ اُس نے رازداری کی جگہ پردہ دری اور خوردہ گیری شروع کر دی بہرحال اُن کی گفتگو کو لفظ "مکر" سے ادا کرنے میں یہ سب احتمالات ہیں۔

(۴۷) **حضرت یوسفؑ کا بے مثال حُسن** یعنی دعوت کر کے اُن عورتوں کو بلوا بھیجا اور کھانے پینے کی ایک مجلس ترتیب دی جس میں بعض چیزیں چاقو سے تراش کر کھانے کی تھیں۔ چنانچہ کھانے اور میوے وغیرہ اُن کے سامنے چن کر ہر ایک عورت کے ہاتھ میں ایک چاقو دیدیا۔ تا تراشنے کے قابل چیزوں کے کھانے میں کسی کو کلفت انتظار اُٹھانا نہ پڑے۔ یہ سب سامان درست کر کے اُس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جو کہیں قریب ہی موجود تھے آواز دی کہ ادھر نکل آئیے۔ نکلنا تھا کہ بجلی سی کوند گئی۔ تمام عورتیں یوسف کے حُسن و جمال کا دفعۃً مشاہدہ کرنے سے ہوش و حواس کھو بیٹھیں۔ اور مدہوشی کے عالم میں چھُریوں سے پھلوں کی جگہ ہاتھ کاٹ لئے۔ گویا قدرت نے یہ ایک مستقل دلیل یوسف علیہ السلام کی نزاہت و صداقت پر قائم فرما دی کہ جس کے جمال بے مثال کی ذرا سی جھلک نے دیکھنے والی عورتوں کے حواس گم کر دیئے۔ بجائیکہ یوسفؑ نے آنکھ اٹھا کر بھی اُن کے حسن و خوبی کی طرف نہ دیکھا۔ تو یقیناً واقعہ یوں ہی ہوا ہوگا۔ کہ زلیخا اُس کے جمال ہوشربا کو دیکھ کر ہوش و خرد کھو بیٹھی۔ اور وہ معصوم فرشتہ کی طرح اپنا دامن عفت بچاتا ہوا صاف نکل گیا۔

(۴۸) یعنی حُسن و جمال اور نورانی صورت کے اعتبار سے فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ قَوْمٌ اِذَا قُوْبِلُوْا كَانُوْا مَلَائِكَةً حُسْنًا وَاِنْ قُوْتِلُوْا كَانُوْا عَفَارِيْتًا۔ یا حیاء و عفت اور پاکدامنی جو چہرہ اور چال ڈھال سے ٹپک رہی تھی اُسے دیکھ کر کہا کہ یہ آدمی نہیں کوئی معصوم فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔

(۴۹) اب زلیخا کو موقع ملا کہ عورتوں کے طعن و تشنیع کا تیر اُن ہی کی طرف لوٹا دے۔ گویا اُس وقت فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ ط کہہ کر وہ اس شعر کا خلاصہ ادا کر رہی تھی ؎ این است کہ خوں خوردہ و دل بُردہ بسے را ۔ بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را۔

(۵۰) **حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی کی گواہی** مجمع کا رنگ دیکھ کر زلیخا بالکل ہی کھل پڑی اور واقعہ کا صاف صاف اظہار کر دیا کہ بیشک میں نے اُن کا دل لینا چاہا تھا۔ مگر اس بندہ خدا نے ایسا مضبوط تھامے رکھا کہ کسی طرح نہ دیا۔ یہ خدا تعالیٰ نے شہر کی عورتوں کے مجمع میں حضرت یوسف علیہ السلام کی کمال عصمت و عفت اور غایتِ نزاہت و طہارت کا اقبالی ثبوت پیش کرا دیا۔ زلیخا کا حال اس وقت وہی تھا جو کسی نے کہا ہے ؎ لَا تُخْفِ مَا صَنَعَتْ بِكَ الْاَشْوَاقُ ۔ وَاشْرَحْ هَوَاكَ فَكُلُّنَا عُشَّاقُ۔

(۵۱) زلیخا کی اس گفتگو میں کچھ تو عورتوں پر اپنی معذوری اور نامرادی کا اظہار تھا، تا اُن کی ہمدردی حاصل کر سکے۔ اور کچھ یوسف علیہ السلام کو تحکمانہ دھمکیوں سے مرعوب کرنا تھا کہ وہ خوفزدہ ہو کر آئندہ اُس کی مطلب براری پر آمادہ ہو جائیں۔ حالانکہ ؎ عنقا شکار کس نشود دام بازچیں ۔ کانجا ہمیشہ باد بدست است دام را۔

(۵۲) **حضرت یوسفؑ کی دعاء** معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا کا مایوسانہ غصہ اور مظلومانہ انداز بیان اس کی ہمجنسوں پر اثر کر گیا۔ یا پہلے ہی سے کچھ ملی بھگت ہو گی۔ بہرحال لکھا ہے کہ اب عورتوں نے یوسف کو سمجھانا شروع کیا کہ تم کو اپنی محسنہ اور سیدہ کا کہنا ماننا چاہیے۔ آخر اس غریب پر اتنا ظلم کیوں کرتے ہو، پھر یہ بھی سوچ لو کہ نافرمانی کا نتیجہ کیا ہو گا خواہ مخواہ مصیبت سر پر لینے سے کیا فائدہ۔ کہتے ہیں کہ بظاہر زبان سے وہ زلیخا کی سفارش کر رہی تھیں مگر دل ہر ایک کا یوسف کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔ یوسفؑ نے جب دیکھا کہ یہ عورت بے طرح پیچھے پڑی ہے اور شیطان ہر طرف اپنا جال بچھانے لگا ہے تو نہایت عزم و استقلال اور پیغمبرانہ استقامت سے بارگاہ احدیت میں درخواست کی کہ مجھ کو ان کی مکر و فریب سے بچایئے۔ اگر اس سلسلہ میں قید ہونا پڑے تو میں قید کو ارتکاب معصیت پر ترجیح دیتا ہوں۔ اگر آپ میری دستگیری نہ فرمائیں گے تو ڈر ہے کہ بے عقل ہو کر ان کی ابلہ فریبیوں کی طرف نہ جھک پڑوں۔ یہاں یوسف علیہ السلام کی زبانی یہ جتلا دیا کہ انبیاء کی عصمت بھی حق تعالیٰ کی دستگیری سے ہے اور یہ کہ وہ اپنی عصمت پر مغرور نہیں ہوتے۔ بلکہ عصمت کا جو منشاء ہے (حفاظت و صیانت الٰہی) اسی پر نظر رکھتے ہیں۔

(۵۳) یعنی ان کو عصمت و عفت پر پوری طرح ثابت قدم رکھا کسی کا فریب چلنے نہ دیا۔

(۵۴) **اللہ سے ہمیشہ اچھی چیز مانگنی چاہیے** یعنی سب کی دعائیں سنتا ہے اور خبر رکھتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مانگے سے قید میں پڑے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اتنا ہی قبول فرمایا کہ ان کا فریب دفع کر دیا، باقی قید ہونا تھا قسمت میں۔ آدمی کو چاہیے کہ گھبرا کر اپنے حق میں برائی نہ مانگے، پوری بھلائی مانگے کہ ہو گا وہی جو قسمت میں ہے" ترمذی میں ہے کہ ایک شخص کو حضورؐ نے یہ دعا مانگتے سنا "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الصَّبْرَ" (اے اللہ میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں) آپ نے فرمایا "سَأَلْتَ اللّٰہَ الْبَلَاءَ فَاسْأَلْہُ الْعَافِیَۃَ" (تو نے اللہ سے بلا طلب کی کیونکہ صبر تو بلاء پر ہو گا، اب تو اس سے عافیت مانگ)۔

ع ۱۴

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ

پھر یوں سمجھ میں آیا لوگوں کی ان نشانیوں کے دیکھنے پر کہ قید رکھیں اس کو ایک مدت ف۵۵ اور داخل ہوئے قید خانہ میں اس کے ساتھ دو جوان

قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ

کہنے لگا ان میں سے ایک میں دیکھتا ہوں کہ میں نچوڑتا ہوں شراب اور دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ اٹھا رہا ہوں اپنے سر پر روٹی کہ جانور کھاتے

الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ

ہیں اس میں سے بتلا ہم کو اس کی تعبیر ہم دیکھتے ہیں تجھ کو نیکی والا ف۵۶ بولا نہ آنے پائیگا تم کو کھانا جو ہر روز تم کو ملتا ہے

اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ

مگر بتا چکونگا تم کو اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے یہ علم ہے کہ مجھ کو سکھایا میرے رب نے میں نے چھوڑا دین اس قوم کا

لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

کہ ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور آخرت سے وہ لوگ منکر ہیں ف۵۷

(۵۵) **حضرت یوسفؑ کی قید** یعنی باوجودیکہ حضرت یوسفؑ کی براءت و نزاہت کے بہت سے نشان دیکھ چکے تھے، پھر بھی ان کی مصلحت یہ ہوئی کہ یوسفؑ کو ایک مدت تک قید میں رکھا جائے۔ تاکہ عام لوگ سمجھیں کہ قصور یوسفؑ ہی کا تھا۔ عورت بیچاری مفت میں بدنام ہوئی۔ گویا عورت نے قید کی جو دھمکی دی تھی اسے پورا کرا کے چھوڑا۔ ان لوگوں کی غرض تو یہ ہو گی کہ عورت سے یہ بدنامی زائل ہو، نیز ایک مدت تک

یوسفؑ اس کی نظر سے دور رہیں، اور عورت کا مطلب یہ ہوگا کر شاید قید کی سختیاں اُٹھا کر یوسفؑ کچھ نرم پڑ جائیں۔ اسطرح اپنا مطلب نکال سکوں۔

(۵۶) **دو قیدیوں کے خواب** یعنی اُسی زمانہ میں دو نوجوان قیدی جیلخانہ میں لائے گئے۔ جن میں ایک بادشاہ مصر (ریان بن الولید) کا نان بائی اور دوسرے ساقی (شراب پلانے والا) تھا۔ دونوں بادشاہ کو زہر دینے کے الزام میں ماخوذ تھے۔ قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کی مُروۃ و امانت راست گوئی، حُسنِ اخلاق، کثرتِ عبادت، معرفتِ تعبیر اور ہمدردی خلائق کا چرچا تھا۔ یہ دونوں قیدی حضرت یوسفؑ سے بہت مانوس ہو گئے اور بڑی محبت کا اظہار کرنے لگے۔ ایک روز دونوں نے اپنا اپنا خواب بیان کیا۔ ساقی نے کہا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں نان بائی نے کہا کہ میرے سر پر کئی ٹوکرے ہیں جس میں سے پرندے نوچ کر کھا رہے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کو بزرگ دیکھ کر تعبیر مانگی۔

(۵۷) **قیدیوں کو حضرت یوسفؑ کی تبلیغ** یوسف علیہ السلام نے اوّل اُن کو تسلی دی کہ بیشک خوابوں کی تعبیر تمہیں بہت جلد معلوم ہوا چاہتی ہے روزمرہ جو کھانا تم کو ملتا ہے اُس کے آنے سے پیشتر میں تعبیر بتلا کر فارغ ہو جاؤنگا۔ لیکن تعبیر خواب سے زیادہ ضروری اور مفید ایک چیز پہلے تم کو سُناتا ہوں۔ وہ یہ کہ تعبیر وغیرہ کا یہ علم مجھ کو کہاں سے حاصل ہوا۔ سو یاد رکھو کہ میں کوئی پیشہ ور کاہن منجم نہیں بلکہ میرے علم کا سرچشمہ وحی اور الہام ربانی ہے جو مجھ کو حق تعالیٰ نے اس کی بدولت عطا فرمایا کہ میں نے ہمیشہ سے کافروں اور باطل پرستوں کے دین و ملت کو چھوڑے رکھا اور اپنے مقدس آباؤ اجداد (حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحاقؑ حضرت یعقوبؑ) جیسے انبیاء و مرسلین کے دین توحید پر چلا اور اُن کا اُسوہ حسنہ اختیار کیا۔ ہمارا سب سے بڑا اور مقدم مطمح نظر یہ ہی رہا کہ دنیا کی کسی چیز کو کسی درجہ میں بھی خدا کا شریک نہ بنائیں نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ افعال میں، نہ ربوبیت و معبودیت میں۔ صرف اُسی کے آگے جھکیں، اُسی سے محبت کریں، اُسی پر بھروسہ رکھیں۔ اور اپنا جینا مرنا سب اُسی ایک پروردگار کے حوالہ کر دیں بہرحال یوسف علیہ السلام نے موقع مناسب دیکھ کر نہایت مؤثر طرز میں اُن قیدیوں کو ایمان و توحید کی طرف آنے کی ترغیب دی پیغمبروں کا کام یہ ہی ہوتا ہے کہ دعوت و تبلیغ حق کا کوئی مناسب موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ ان قیدیوں کے دل میری طرف متوجہ اور مجھ سے مانوس ہیں۔ قید کی مصیبت میں گرفتار ہو کر شاید کچھ نرم بھی ہوئے ہوں گے۔ لاؤ ان حالات سے فرض تبلیغ کے ادا کرنے میں فائدہ اٹھائیں اوّل ان کو دین کی باتیں سکھلائیں پھر تعبیر بھی بتلا دیں گے یہ تسلی پہلے کر دی کہ کھانے کے وقت تک تعبیر معلوم ہو جائے گی تا وہ نصیحت سے اُکتائیں نہیں۔ (تنبیہ) بہت سے مفسرین نے "لَا یَاْتِیْکُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِہٖ" الخ کے معنی یہ لیے ہیں کہ کبھی کھانا تمہارے پاس نہیں آتا ہے مگر میں آنے سے پہلے اُس کی حقیقت پر تم کو مطلع کر دیا کرتا ہوں۔ یعنی آج کیا کھانا آئے گا، کس قسم کا ہوگا۔ پھر تعبیر بتلانا کیا مشکل ہے۔ گویا اوّل حضرت یوسفؑ نے معجزہ کی طرف توجہ دلا کر انہیں اپنی نبوت کا یقین دلانا چاہا، تاکہ آئندہ جو نصیحت کریں زیادہ مؤثر و اوقع فی النفس ہو۔ اس تقدیر پر یوسفؑ کا یہ معجزہ ایسا ہی ہوگا جیسے حضرت مسیحؑ نے فرمایا تھا "وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ" مگر مترجم محقق رحؒ نے پہلی تفسیر اختیار کی ہے واللہ اعلم۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں "حق تعالیٰ نے قید میں یہ حکمت رکھی کہ اُن کا دل کافروں کی محبت سے (یعنی کافر جوان کی محبت و مدارات کرتے تھے اُس سے) ٹوٹا تو دل پر اللہ کا علم روشن ہوا۔ چاہا کہ اوّل اُن کو دین کی بات سُنا دیں پیچھے تعبیر خواب کہیں۔ اس واسطے تسلی کر دی تا نہ گھبرائیں کہا کہ کھانے کے وقت تک وہ بھی بتا دونگا۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ

اور پکڑا میں نے دین اپنے باپ دادوں کا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا ہمارا کام نہیں کہ شریک کریں اللہ کا کسی چیز کو

ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ یٰصَاحِبَیِ

یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگوں پر لیکن بہت لوگ احسان نہیں مانتے ۵۹ اے رفیقو قیدخانہ

السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً

کے بھلا کئی معبود جُدا جُدا بہتر یا اللہ اکیلا زبردست ف۵۹ کچھ نہیں پوجتے ہو سوائے اُس کے مگر نام ہیں جو

سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا

رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اُتاری اللہ نے اُن کی کوئی سند ف۶۰ حکومت نہیں ہے کسی کی سوائے اللہ کے اُسی نے فرما دیا

تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ

کہ نہ پوجو مگر اُسی کو ف۶۱ یہی ہے راستہ سیدھا پر بہت لوگ نہیں جانتے ف۶۲ اے رفیقو قیدخانہ کے

اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ

ایک جو ہے تم دونوں میں سو پلائیگا اپنے خاوند[۱] کو شراب اور دوسرا جو ہے سو سولی[۲] دیا جائیگا پھر کھائیں گے جانور اُس کے سر میں سے

قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ

فیصل ہوا وہ کام جس کی تحقیق تم چاہتے تھے ف۶۳ اور کہہ دیا یوسف نے اُسکو جسکو گمان کیا تھا کہ بچے گا اُن دونوں میں میرا ذکر کرنا اپنے خاوند[۳]

ع ۵ ۱۵ رَبِّكَ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْۤ اَرٰى

کے پاس ف۶۴ سو بھلا دیا اُسکو شیطان نے ذکر کرنا اپنے خاوند[۴] سے پھر رہا قید میں کئی برس ف۶۵ اور کہا بادشاہ نے میں خواب میں دیکھتا

سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ يٰۤاَيُّهَا

ہوں سات گائیں موٹی اُن کو کھاتی ہیں سات گائیں دُبلی اور سات بالیں ہری اور دوسری سوکھی ف۶۶ اے

الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾

دربار والو تعبیر کہو مجھ سے میرے خواب کی اگر ہو تم خواب کی تعبیر دینے والے ف۶۷

(۵۸) یعنی ہمارا خالص توحید اور ملتِ ابراہیمی پر قائم رہنا نہ صرف ہمارے حق میں بلکہ سارے جہان کے حق میں رحمت وفضل ہے، کیونکہ خاندان ابراہیمی ہی کی شمع سے سب لوگ اپنے دلوں کے چراغ روشن کر سکتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ بہت سے لوگ خدا کی اس نعمت عظیمہ کی قدر نہیں کرتے۔ چاہیئے یہ تھا کہ اُس کا احسان مان کر راہ توحید پر چلتے وہ اُلٹی ناشکری کر کے شرک وعصیان کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔

(۵۹) یعنی مختلف انواع واشکال کے چھوٹے بڑے دیوتا جن پر تم نے خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے ہیں اُن سے لو لگانا بہتر ہے یا اس اکیلے زبردست خدا سے جس کو ساری مخلوق پر کلّی اختیار اور کامل تصرف وقبضہ حاصل ہے اور جس کے آگے نہ کسی کا حکم چل سکتا ہے نہ اختیار، نہ اُسے کوئی بھاگ کر ہرا سکتا ہے نہ مقابلہ کر کے مغلوب کر سکتا ہے۔ خود سوچو کر سر عبودیت ان میں سے کس کے سامنے جھکایا جائے۔

(۶۰) یعنی یوں ہی بے سند اور بے ٹھکانے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں جن کے نیچے حقیقت ذرہ برابر نہیں۔ اُن ہی نام کے خداؤں کی پوجا کر رہے ہو۔ ایسے جہل پر انسان کو شرمانا چاہیئے۔

(۶۱) یعنی قدیم سے انبیاء علیہم السلام کی زبانی یہ ہی حکم بھیجتا رہا کہ خدا کی عبادت میں کسی کو شریک مت کرو۔ "وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ" (زخرف رکوع ۴)

۱ مالک ۲ پر چڑھیگا۔ ۳ مالک۔ ۴ مالک۔

(۶۲) یعنی توحید خالص کے راستہ میں اینچ پینچ کچھ نہیں۔ سیدھی اور صاف سڑک ہے جس پر چل کر آدمی بے کھٹکے خدا تک پہنچتا ہے لیکن بہت لوگ حماقت یا تعصب سے ایسی سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔

(۶۳) **قیدیوں کے خواب کی تعبیر** فرض تبلیغ ادا کرنے کے بعد یوسف علیہ السلام نے اُن کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی۔ کہ جس نے خواب میں شراب پلاتے دیکھا اُس کی تعبیر یہ ہی ہے کہ وہ بیداری میں بادشاہ کو شراب پلائے گا۔ اور جس نے سر پر سے جانوروں کو روٹیاں کھاتے دیکھا اُس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سُولی دیا جائے گا۔ پھر جانور اُس کے سر سے نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ قضاء و قدر کا فیصلہ یہ ہی ہے جو کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتا۔ جو بات تم پوچھتے تھے وہ میں نے بتلادی۔ یہ بالکل طے شدہ امر ہے۔ جس میں تخلف نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ساقی زہر خورانی کی تہمت سے بری ہو گیا اور خباز (نان بائی) کو جرم ثابت ہونے کی وجہ سے سزائے موت دی گئی۔

(۶۴) یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے جیسے " اَلَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ اَنَّہُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّہِمۡ " میں۔ یعنی یوسف علیہ السلام کو دونوں میں سے جس شخص کی بابت یقین تھا کہ بری ہو جائے گا جب وہ قید خانہ سے نکلا تو فرمایا اپنے بادشاہ کی خدمت میں میرا بھی ذکر کرنا کہ ایک ایسا شخص بقصور قید خانہ میں برسوں سے پڑا ہے۔ مبالغہ کی ضرورت نہیں۔ میری جو حالت تو نے مشاہدہ کی ہے بلا کم و کاست کہدینا۔

(۶۵) **حضرت یوسفؑ کو عتاب آمیز تنبیہ** یعنی شیطان نے چھوٹنے والے قیدی کے دل میں مختلف خیالات و وساوس ڈال کر ایسا غافل کیا کہ اُسے بادشاہ کے سامنے اپنے محسن بزرگ (یوسف علیہ السلام) کا تذکرہ کرنا یاد ہی نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یوسفؑ کو کئی سال اور قید میں رہنا پڑا۔ مدت دراز کے بعد جب بادشاہ نے ایک خواب دیکھا اور اس کی تعبیر کسی کی سمجھ میں نہ آئی تب اس شخص کو یوسف علیہ السلام یاد آئے جیسا کہ آگے آتا ہے " وَقَالَ الَّذِیۡ نَجَا مِنۡہُمَا وَادَّکَرَ بَعۡدَ اُمَّۃٍ " الخ بھلانے کی نسبت شیطان کی طرف اس لئے کی گئی کہ وہ القائے وساوس وغیرہ کا ذریعہ ہے جو سبب بنتا ہے نسیان کا۔ حضرت موسٰی کے رفیق سفر نے کہا تھا۔ وَمَاۤ اَنۡسٰنِیۡہُ اِلَّا الشَّیۡطٰنُ اَنۡ اَذۡکُرَہٗ " (کہف رکوع ۹) لیکن ہر ایک شر میں حق تعالیٰ کوئی خیر کا پہلو رکھ دیتا ہے۔ یہاں بھی گو اس نسیان کا نتیجہ تطویل قید کی صورت میں ظاہر ہوا۔ تاہم حضرت شاہ صاحبؒ کی نکتہ آفرینی کے موافق اس میں یہ تنبیہ ہو گئی کہ ایک پیغمبر کا دل ظاہری اسباب پر نہیں ٹھہرنا چاہیئے۔ بلکہ ابن جریر اور بغوی وغیرہ نے بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ وہ فَاَنۡسٰہُ الشَّیۡطٰنُ ذِکۡرَ رَبِّہٖ کی ضمیر یوسف علیہ السلام کی طرف راجع کرتے ہیں۔ گویا " اُذۡکُرۡنِیۡ عِنۡدَ رَبِّکَ " کہنا ایک طرح کی غفلت تھی جو یوسف علیہ السلام کو عارض ہوئی۔ انہوں نے قیدی کو کہا کہ اپنے رب سے میرا ذکر کرنا۔ حالانکہ چاہیئے تھا کہ سب ظاہری سہارے چھوڑ کر وہ خود اپنے رب سے فریاد کرتے۔ بے شک کشف شدائد کے وقت مخلوق سے ظاہری استعانت اور اسباب کی مباشرت مطلقاً حرام نہیں ہے۔ لیکن ابرار کی حسنات مقربین کی سیئات بن جاتی ہیں۔ جو بات عامۃ الناس بے کھٹکے کر سکتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے منصب عالی کے اعتبار سے وہ ہی بات ایک قسم کی تقصیر بن جاتی ہے۔ امتحان و ابتلاء کے موقع پر انبیاء کی شان رفیع اسی کو مقتضی ہے کہ رخصت پر نظر نہ کریں، انتہائی عزیمت کی راہ چلیں۔ چونکہ حضرت یوسفؑ کا " اُذۡکُرۡنِیۡ عِنۡدَ رَبِّکَ " کہنا عزیمت کے خلاف تھا اس لئے عتاب آمیز تنبیہ ہوئی کہ کئی سال تک مزید قید اٹھانی پڑی اور اسی لئے " انساء " کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ زیادہ تفصیل روح المعانی میں ہے۔

(۶۶) **بادشاہ کا خواب** وہ سوکھی بالیں ہری بالوں پر لپٹتی ہیں اور اُنہیں خشک کر دیتی ہیں۔ یہ خواب بادشاہ مصر " ریان ابن الولید " نے دیکھا جو آخر کار حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی اور ظاہری عروج کا سبب بنا۔ یوسف علیہ السلام کے قصہ میں جابجا اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ خدا جب کوئی بات چاہتا ہے غیر متوقع طریقہ سے اس کے ایسے اسباب فراہم کر دیتا ہے جن کی طرف آدمی کا خیال نہیں جاتا۔

(۶۷) یعنی اگر اس فن میں کچھ مہارت رکھتے ہو تو میرے خواب کی تعبیر بتلاؤ۔

قَالُوٓا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ﴿٤٤﴾ وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا

بولے یہ خیالی خواب ہیں اور ہم کو ایسے خوابوں کی تعبیر معلوم نہیں ف۶۸ اور بولا وہ جو بچا تھا اُن دونوں میں سے

وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُم بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ﴿٤٥﴾ يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ

اور یاد آگیا اُس کو مدت کے بعد میں بتاؤں تم کو اس کی تعبیر سو تم مجھ کو بھیجو ف۶۹ جا کر کہا اے یوسف اے سچے ف۷۰ حکم دے ہم کو اس خواب میں

بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَّعَلِّي أَرْجِعُ

سات گائیں موٹی اُن کو کھائیں سات دُبلی اور سات بالیں ہری اور دوسری سوکھی تاکہ لیجاؤں میں

إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٤٦﴾ قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدتُّمْ فَذَرُوهُ فِي

لوگوں کے پاس شاید اُن کو معلوم ہو ف۷۱ کہا تم کھیتی کروگے سات برس جم کر سو جو کاٹو اُس کو چھوڑ دو اُس

سُنبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا

کی بال میں مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ پھر آئیں گے اُس کے بعد سات برس سختی کے کھا جائیں گے جو

قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ

ع ۶/۱۴ رکھا تم نے اُن کے واسطے مگر تھوڑا سا جو روک رکھو گے بیج کیواسطے پھر آئے گا اِس کے پیچھے ایک برس اُس میں مینہ برسیگا

النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿٤٩﴾

لوگوں پر اور اُس میں رس نچوڑیں گے ف۷۲

(۶۸) **معبرین کا جھوٹا عذر** معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس فن سے جاہل تھے۔ اپنے جہل کا صاف لفظوں میں اقرار کرنے سے شرمائے تو یوں بات بنادی کہ یہ کوئی خواب نہیں، محض پریشان خیالات ہیں، بسا اوقات انسان کو نیند میں ایسی صورتیں متخیل ہو جاتی ہیں جو لائق اعتناء نہیں، نہ ہم ایسے خوابوں کی تعبیر کا علم رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ علم تعبیر رؤیا کے اصول کے ماتحت نہیں ہوتے۔

(۶۹) **بادشاہ کے سامنے حضرت یوسفؑ کا تذکرہ** اب خواب کے سلسلہ میں ساقی کو جو قید سے چھوٹ کر آیا تھا مدت کے بعد حضرت یوسفؑ یاد آئے اُس نے بادشاہ اور اہل دربار سے کہا کہ اگر مجھے ذرا جانے کی اجازت دو تو میں اس خواب کی تعبیر لا سکتا ہوں۔ قید خانہ میں ایک مقدس بزرگ فرشتہ صورت موجود ہے جو فن تعبیر کا ماہر ہے (ممکن ہے اُس نے اپنے خواب کا قصہ بھی ذکر کیا ہو) میں تعبیر لینے کے لئے اُس کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ چنانچہ اجازت دی گئی۔ اُس نے یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ عرض کیا جو آگے آتا ہے۔

(۷۰) **قیدخانے میں ساقی کی حضرت یوسفؑ سے ملاقات** "اَیُّھَا الصِّدِّیْقُ" کہنے سے یہ غرض تھی کہ آپ مجسم سچ ہیں۔ جو بات کبھی آپ کی زبان سے نکلی سچ ہو کر رہی اُمید ہے جو تعبیر اس خواب کی دیں گے ہُو بہُو پوری ہو کر رہے گی۔ یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے صدق و دیانت کا نقش کس طرح عام و خاص کے قلوب پر بیٹھ جاتا ہے۔

(۷۱) یعنی خواب کی تعبیر اور اُس کے ذریعہ سے آپ کی قدر و منزلت معلوم ہو۔

(۷۲) **بادشاہ کے خواب کی تعبیر اور بشارت** یوسف علیہ السلام نے تعبیر بتلانے میں دیر نہ کی نہ کوئی شرط لگائی، نہ اُس شخص کو شرمندہ کیا کہ تجھ کو اتنی مدت کے بعد اب میرا خیال آیا۔ اس سے انبیاء علیہم السلام کے اخلاق و مروت کا اندازہ ہوتا ہے۔ پھر وہ صرف خواب کی تعبیر مانگتا

تھا۔ آپ نے تین چیزیں عطا فرمائیں۔ تعبیر، تدبیر، تبشیر آپ کے کلام کا حاصل یہ تھا کہ سات موٹی گائیں اور سات ہری بالیں سات برس ہیں۔ جن میں متواتر خوشحالی رہیگی، کھیتوں میں خوب پیداوار ہوگی، حیوانات و نباتات خوب بڑھیں گے۔ اس کے بعد سات سال قحط ہوگا جس میں سارا پچھلا اندوختہ کھا کر ختم کر ڈالوگے۔ صرف آئندہ تخم ریزی کے لئے کچھ تھوڑا سا باقی رہ جائیگا۔ یہ سات سال دُبلی گائیں اور سوکھی بالیں ہیں جو موٹی گایوں اور ہری بالوں کو ختم کر دیں گی۔ تعبیر بتلانے کے دوران میں حضرت یوسفؑ نے ازراہ شفقت و ہمدردی خلائق ایک تدبیر بھی تلقین فرمادی کہ اوّل سات سال میں جو پیداوار ہو اُسے بڑی حفاظت سے رکھو اور کفایت شعاری سے اُٹھاؤ کھانے کے لئے جس قدر غلہ کی ضرورت ہو اُسے الگ کر لو اور تھوڑا تھوڑا احتیاط سے کھاؤ۔ باقی غلہ بالوں میں رہنے دو۔ تا اس طرح کیڑے وغیرہ سے محفوظ رہ سکے۔ اور سات سال کی پیداوار چودہ سال تک کام آئے۔ ایسا نہ کروگے تو قحط کا مقابلہ کرنا دشوار ہوگا۔ یہ تعبیر و تدبیر بتلانے کے بعد اُنہیں بشارت سنائی جو غالباً آپ کو وحی سے معلوم ہوئی ہوگی یعنی سات سال قحط رہنے کے بعد جو سال آئیگا اُس میں حق تعالیٰ کی طرف سے فریادرسی ہوگی اور خوب مینہ برسے گا، کھیتی باڑی، پھل میوے نہایت افراط سے پیدا ہوں گے، جانوروں کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے انگور وغیرہ نچوڑنے کے قابل چیزوں سے لوگ شراب کشید کریں گے۔ یہ آخری بات سائل کے حسب حال فرمائی۔ کیونکہ وہ یہی کام کرتا تھا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ

اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اُسکو میرے پاس پھر جب پہنچا اُس کے پاس بھیجا ہوا آدمی کہا لوٹ جا اپنے خاوند[1] کے پاس اور پوچھ اُس سے کیا حقیقت ہے

النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ

اُن عورتوں کی جنہوں نے کاٹے تھے ہاتھ اپنے ف۳ میرا رب تو اُن کا فریب سب جانتا ہے ف۴ کہا بادشاہ نے عورتوں کو کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے

يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ

پھسلایا یوسف کو اُسکے نفس کی حفاظت سے ف۵ بولیں حاشا للہ ہم کو معلوم نہیں اُس پر کچھ بُرائی بولی عورت عزیز کی

الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ؗ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ

اب کھل گئی سچی بات میں نے پُھسلایا تھا اُس کو اُس کے جی سے اور وہ سچا ہے ف۶ یوسف نے کہا یہ

لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

اس واسطے کہ عزیز معلوم کر لیوے کہ میں نے اُسکی چوری نہیں کی چھپکر اور یہ کہ اللہ نہیں چلاتا فریب دغا بازوں کا ف۷

(۴۳) **رہائی کا حکم اور حضرت یوسفؑ کا صبر و تحمل** بادشاہ کچھ تو پہلے ہی ساقی کے تذکرے سے حضرت یوسفؑ کا معتقد ہو گیا تھا۔ اب جو ایسی موزوں و دلنشین تعبیر اور رعایا کی ہمدردی کی تدبیر سُنی تو اُن کے علم و فضل، عقل و دانش اور حُسنِ اخلاق کا سکہ اُس کے دل پر بیٹھ گیا۔ فوراً حکم دیا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لاؤ، تا اُس کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوں اور اُس کے مرتبہ اور قابلیت کے موافق عزت کروں قاصد پیام شاہی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر یوسفؑ کی نظر میں اپنی دینی و اخلاقی پوزیشن کی برتری اور صفائی اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی عزت و وجاہت سے زیادہ مہم تھی۔ آپ جانتے تھے کہ پیغمبر خدا کی نسبت لوگوں کی ادنیٰ بدگمانی بھی ہدایت و ارشاد کے کام میں بڑی بھاری رکاوٹ ہے۔ اگر آج میں بادشاہی فرمان کے موافق چپ چپاتے قید خانہ سے نکل گیا اور جس جھوٹی تہمت کے سلسلہ میں سالہا سال قید و بند کی

[1] مالک [2] چلنے نہ دیتا۔

مصائب اٹھائیں اُس کا قطعی طور پر استیصال نہ ہوا تو بہت ممکن ہے کہ بہت سے ناواقف لوگ میری عصمت کے متعلق تردد اور شبہ میں پڑے رہ جائیں اور حاسدین کچھ زمانہ کے بعد ان ہی بے اصل اثرات سے فائدہ اٹھا کر کوئی اور منصوبہ میرے خلاف کھڑا کر دیں۔

عورتوں کے واقعہ کی تحقیق پر اصرار ان مصالح پر نظر کرتے ہوئے آپ نے حکم شاہی کے امتثال میں جلدی نہ کی بلکہ نہایت صبر و استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے قاصد کو کہا کہ تو اپنے مالک (بادشاہ) سے واپس جا کر دریافت کر کہ تجھ کو ان عورتوں کے قصہ کی کچھ حقیقت معلوم ہے جنہوں نے دعوت کے موقع پر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ حضرت یوسفؑ کو اُن عورتوں کے ناموں کی تفصیل کہاں معلوم ہوگی۔ یہ خیال کیا ہوگا کہ ایسا واقعہ ضرور عام شہرت حاصل کر چکا ہے۔ اس لئے واقعہ کے ایک ممتاز جزء (ہاتھ کاٹنے) کو ظاہر کر کے بادشاہ کو توجہ دلائی کہ اس مشہور و معروف قصہ کی تفتیش و تحقیق کرے۔ غالباً اب وہ عورتیں بتلا دیں گی کہ تقصیر کس کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیحین کی حدیث میں حضرت یوسفؑ کے کمال صبر و تحمل کی اس طرح داد دی ہے "لَوْ لَبِثْتُ فِی السِّجْنِ مَا لَبِثَ یُوسُفُ لَاَجَبْتُ الدَّاعِیَ" (اگر میں اتنی مدت قید میں رہتا جتنا یوسفؑ رہے تو بلانے والے کی اجابت کرتا یعنی فوراً ساتھ ہو لیتا) محققین کہتے ہیں کہ اس میں حضرت یوسفؑ کے صبر و تحمل کی تعریف اور لطیف رنگ میں اپنی عبودیت کاملہ کا اظہار ہے۔ ہم نے اس مضمون کی تفصیل شرح صحیح مسلم میں کی ہے یہاں اختصار کی وجہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتے۔

(٧٤) حضرت یوسفؑ نے "سب کا فریب" فرمایا، اس واسطے کہ ایک کا فریب تھا اور سب اُس کی مددگار تھیں اور اصل فریب والی کا نام شاید حق پرورش کی وجہ سے نہیں لیا۔ حیا کی وجہ سے گول مول فرمایا۔ کیونکہ جانتے تھے کہ اصل حقیقت آخر کھل کر رہے گی۔ کذا فی الموضح۔

(٧٥) بادشاہ نے دریافت کرنے کا ایسا عنوان اختیار کیا گویا وہ پہلے سے خبر رکھتا ہے تا یہ دیکھ کر انہیں جھوٹ بولنے کی ہمت نہ ہو۔ نیز یوسف علیہ السلام کی استقامت و صبر کا اثر پڑا ہوگا۔ کہ بدون اظہار براءت کے جیل سے نکلنا گوارا نہیں کرتے۔ اور "اِنَّ رَبِّیْ بِکَیْدِھِنَّ عَلِیْمٌ" کہہ کر اُن کے "کید" کا اظہار فرما رہے ہیں۔ اُدھر ساقی وغیرہ نے واقعات سنائے ہونگے اُن سے بھی یوسف کی نزاہت اور عورتوں کے مکائد کی تائید ملی ہوگی۔

(٧٦) **زلیخا کا اقرار جرم** سب عورتوں کی متفقہ شہادت کے بعد خود زلیخا نے بھی صاف اقرار کر لیا کہ قصور میرا ہے۔ یوسفؑ بالکل سچے ہیں بیشک میں نے اُن کو اپنی جانب مائل کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ ایسے کاہے کو تھے کہ میرے داؤ میں آجاتے۔

(٧٧) یعنی اتنی تحقیق و تفتیش اس لئے کرائی کہ پیغمبرانہ عصمت و دیانت بالکل آشکارا ہو جائے اور لوگ معلوم کر لیں کہ خائنوں اور دغابازوں کا فریب اللہ چلنے نہیں دیتا۔ چنانچہ عورتوں کا فریب نہ چلا۔ آخر حق، حق ہو کر رہا۔



وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۳﴾

اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو بیشک جی تو سکھلاتا ہے برائی مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے بیشک میرا رب بخشنے والا ہے مہربان ف ۷۸

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ﴿۵۴﴾

اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اسکو میرے پاس میں خالص کر رکھوں اسکو اپنے کام میں ف ۷۹ پھر جب بات چیت کی اُس سے کہا واقعی تو نے آج سے ہمارے پاس جگہ پائی معتبر ہو کر ف ۸۰

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۚ

یوسف نے کہا مجھ کو مقرر کر ملک کے خزانوں پر میں نگہبان ہوں خوب جاننے والا ف ۸۱ اور یوں قدرت دی ہم نے یوسف کو اُس زمین میں

یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ

جگہ پکڑتا تھا اُس میں جہاں چاہتا ف ۸۲ پہنچا دیتے ہیں ہم رحمت اپنی جس کو چاہیں اور ضائع نہیں کرتے ہم بدلا بھلائی والوں کا اور ثواب

الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع ۷ وَجَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ

آخرت کا بہتر ہے اُن کو جو ایمان لائے اور رہے پرہیزگاری میں ف ۸۳ اور آئے بھائی یوسف کے پھر داخل ہوئے اسکے پاس تو اُس نے پہچان لیا انکو

وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ ۚ اَلَا

اور وہ نہیں پہچانتے ف ۸۴ اور جب تیار کر دیا اُن کو اُن کا اسباب کہا لے آئیو میرے پاس ایک بھائی جو تمہارا ہے باپ کی طرف سے تم

تَرَوْنَ اَنِّیْٓ اُوْفِی الْكَیْلَ وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ﴿۵۹﴾

نہیں دیکھتے ہو کہ میں پورا دیتا ہوں ماپ اور خوب طرح اُتارتا ہوں مہمانوں کو ف ۸۵

(۷۸) **حضرت یوسفؑ کا اعلان برائت** چونکہ حضرت یوسفؑ نے اپنی برائت پر بہت زیادہ زور دیا، ممکن تھا کوئی سطحی آدمی اس سے فخر و ناز اور غرور و اعجاب کا شبہ کرنے لگتا اس لئے اپنی نزاہت کی حقیقت کھول دی کہ میں کوئی شیخی نہیں مارتا نہ پاک صاف رہنے میں اپنے نفس پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔ محض خدا کی رحمت و اعانت ہے جو کسی نفس کو برائی سے روکتی ہے۔ یہی رحمت خصوصی عصمت انبیاء علیہم السلام کی کفیل و ضامن ہے۔ ورنہ نفس انسانی کا کام عموماً برائی کی ترغیب دینا تھا۔ خدا تعالیٰ کی خصوصی توفیق و دستگیری نہ ہوتی تو میرا نفس بھی دوسرے نفوس بشریہ کی طرح ہوتا "اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" سے اشارہ کر دیا کہ نفس امّارہ جب توبہ کر کے "لوّامہ" بن جائے تو خدا اُس کی پچھلی تقصیرات معاف فرما دیتا ہے۔ بلکہ رفتہ رفتہ اپنی مہربانی سے "نفس مطمئنہ" کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔ (تنبیہ) حافظ ابن تیمیہ اور ابن کثیر وغیرہ نے "ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ" سے "غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" تک زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے یعنی زلیخا نے "اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ" کا اقرار کر کے کہا کہ اس اقرار و اعتراف سے عزیز کو یہ معلوم کرانا ہے کہ میں نے اُس کی پیٹھ پیچھے کوئی بڑی خیانت نہیں کی۔ بیشک یوسفؑ کو پھسلانا چاہا تھا۔ مگر میری مراودت اُن پر کارگر نہیں ہوئی۔ اگر میں نے مزید خیانت کی ہوتی تو ضرور اُس کا پردہ فاش ہو کر رہتا۔ کیونکہ خدا خائنوں کے مکر و فریب کو چلنے نہیں دیتا۔ ہاں میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی، جتنی غلطی مجھ سے ہوئی اُس کا اقرار کر رہی ہوں دوسرے آدمیوں کی طرح نفس کی شرارتوں سے میں بھی پاک نہیں۔ اُن سے تو یوسفؑ جیسا پاکباز انسان ہی محفوظ رہ سکتا ہے۔ جس پر خدا کی خاص مہربانی اور رحمت ہے۔ ابو حیان نے بھی اس کو زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے۔ لیکن "لیعلم" اور "لَمْ اَخُنْهُ" کی ضمیریں بجائے عزیز کے یوسفؑ کی طرف راجع کی ہیں۔ یعنی اپنی خطا کا صاف اقرار اس لئے کرتی ہوں کہ یوسفؑ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اُس کی عدم موجودگی میں کوئی غلط بات نہیں کہی نہ اپنے جرم

کو اُن کی طرف منسوب کیا۔ واللہ اعلم۔

(٧٩) یعنی میرا مشیر خاص رہیگا۔

(٨٠) **عزیز مصر سے حضرت یوسف ؑ کی گفتگو** کچھ پہلے سے معتقد ہو چکا تھا۔ بالمشافہ باتیں سُن کر بالکل ہی گرویدہ ہو گیا اور حکم دیدیا کہ آج سے آپ ہمارے پاس نہایت معزز و معتبر ہو کر رہیں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اب عزیز کا علاقہ موقوف کیا اپنی صحبت میں

(٨١) **حضرت یوسف ؑ مالیات کے سربراہ** یعنی دولت کی حفاظت بھی پوری کرونگا اور اُس کی آمد و خرچ کے ذرائع اور حساب و کتاب سے خوب واقف ہوں یوسف ؑ نے خود درخواست کر کے مالیات کا کام اپنے سر لیا۔ تا اس ذریعہ سے عامۂ خلائق کو پورا نفع پہنچا سکیں۔ خصوصاً آنے والے خوفناک قحط میں نہایت خوش انتظامی سے مخلوق کی خبرگیری اور حکومت کی مالی حالت کو مضبوط رکھ سکیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السّلام دنیا کی عقل بھی کامل رکھتے ہیں اور یہ کہ ہمدردی خلائق کے لئے مالیات کے قصوں میں پڑنا شان نبوت یا بزرگی کے خلاف نہیں سمجھتے۔ نیز ایک آدمی اگر نیک نیتی سے یہ سمجھے کہ فلاں منصب کا میں اہل ہوں اور دوسروں سے یہ کام اچھی طرح بن نہ پڑے گا تو مسلمانوں کی خیر طلبی اور نفع رسانی کی غرض سے اُس کی خواہش یا درخواست کر سکتا ہے اور اگر حسب ضرورت اپنے بعض خصال حسنہ اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کرنا پڑے تو یہ ناجائز مدح سرائی میں داخل نہیں۔ عبدالرحمٰن بن سَمُرۃ کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص از خود امارت طلب کرے تو اُس کا بار اسی کے کندھوں پر ڈال دیا جاتا ہے۔ (غیبی اعانت مددگار نہیں ہوتی) یہ اُس وقت ہے جب طلب کرنا محض نفس پروری اور جاہ پسندی وغیرہ اغراض کی بناء پر ہو۔ واللہ اعلم۔

(٨٢) **حضرت یوسف ؑ کی حکومت** جہاں چاہتے اترتے اور جو چاہتے تصرف کرتے۔ گو ریان بن الولید برائے نام بادشاہ تھا حقیقت میں یوسف ؑ بادشاہی کر رہے تھے اور "عزیز" کہہ کر پکارے جاتے تھے۔ جیسا کہ آگے آئیگا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بادشاہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ نیز اُسی زمانہ میں عزیز مصر کا انتقال ہوا تو اُسکی عورت زلیخا نے آپ سے شادی کر لی۔ واللہ اعلم۔ محدثین اس پر اعتماد نہیں کرتے

(٨٣) **آخرت کا اجر بہتر ہے** جو بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے خدا اس کو دنیا میں بھی میٹھا پھل دیتا ہے۔ خواہ ثروت و حکومت یا لذات عیش، حیات طیبہ، اور غنائے قلبی۔ حضرت یوسف ؑ کو یہ سب چیزیں عنایت فرمائیں۔ رہا آخرت کا اجر، سو وہ ایک ایماندار و پرہیزگار کے لئے دنیا کے اجر سے کہیں بہتر ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یہ جواب ہوا اُن کے سوال کا کہ اولاد ابراہیم اس طرح "شام" سے آئی مصر میں اور بیان ہوا کہ بھائیوں نے حضرت یوسف ؑ کو گھر سے دور پھینکا تا ذلیل ہو۔ اللہ نے عزت دی۔ اور ملک پر اختیار دیا۔ ایسا ہی ہوا ہمارے حضرت کو"

(٨٤) **حضرت یوسف ؑ کی بھائیوں سے ملاقات اور مدارات** موضح القرآن میں ہے "جب حضرت یوسف ؑ ملک "مصر" پر مختار ہوئے خواب کے موافق سات برس خوب آبادی کی اور ملک کا اناج بھرتے گئے۔ پھر سات برس کے قحط میں ایک بھاؤ میانہ باندھ کر بکوایا اپنے ملک والوں کو اور پردیسیوں کو سب کو برابر مگر پردیسی کو ایک اُونٹ سے زیادہ نہ دیتے تھے۔ اس میں خلق بچی قحط سے اور خزانہ بادشاہ کا بھر گیا۔ ہر طرف خبر تھی کہ مصر میں اناج سستا ہے اُن کے بھائی خریدنے کی غرض سے آئے" اُن کے تن و توش، ہیات، وضع قطع میں چنداں تغیر نہ ہوا تھا ادھر حضرت یوسف ؑ برابر اپنے باپ بھائیوں کا تفقد کرتے رہے ہونگے اور وہاں پہنچنے پر ان کا نام و نشان بھی دریافت کر لیا ہوگا جیسا کہ سلاطین و اعیان سے ملاقات کرنے میں عموماً ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ بعض تفاسیر میں ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنا نام و نسب وغیرہ بیان کیا۔ ہاں یوسف علیہ السلام جدائی کے وقت چونکہ بہت چھوٹے تھے اور بھائیوں کو پہلے سے ادھر خیال بھی نہ تھا۔ نہ بادشاہوں کے یہاں عام آدمیوں کی یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ اُن کا نام و نسب وغیرہ دریافت کریں۔ اس لئے وہ یوسف ؑ کو نہ پہچان سکے۔

(٨٥) **بنیامین کو لانے کا حکم** | حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کی خوب مدارات اور مہمانداری کی۔ ایک ایک اونٹ فی کس غلہ دیا۔ یہ خاص مہربانی
اور اخلاق دیکھ کر کہتے ہیں انہوں نے درخواست کی کہ ہمارے ایک علاتی بھائی (بنیامین) کو بوڑھے غمزدہ باپ نے تسکین خاطر کے لئے اپنے پاس
روک لیا ہے۔ کیونکہ اس کا دوسرا عینی بھائی (یوسفؑ) جو باپ کو بے حد محبوب تھا۔ مدت ہوئی کہیں جنگل میں ہلاک ہو چکا ہے۔ اگر بنیامین کے حصہ کا غلہ
بھی ہم کو مرحمت فرمائیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اس طرح غائب کا حصہ دینا خلاف قاعدہ ہے۔ تم پھر آؤ تو بنیامین
کو ساتھ لاؤ تب اس کا حصہ پا سکو گے۔ میرے اخلاق اور مہمان نوازی کو تم خود مشاہدہ کر چکے ہو۔ کیا اس کے بعد تمہیں اپنے چھوٹے بھائی کو
لانے میں کچھ تردد ہو سکتا ہے؟

فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا
پھر اگر اسکو نہ لائے میرے پاس تو تمہارے لئے بھرتی نہیں میرے نزدیک اور میرے پاس نہ آئیو ف٨٦ بولے ہم خواہش کریں گے اس کے باپ سے اور ہم کو
لَفٰعِلُوْنَ ﴿٦١﴾ وَقَالَ لِفِتْیٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا
یہ کام کرنا ہے ف٨٧ اور کہدیا اپنے خدمتگاروں کو رکھ دو ان کی پونجی ان کے اسباب میں شاید اس کو پہچانیں جب پھر
انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤی اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿٦٢﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤی اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ
کر پہنچیں اپنے گھر شاید وہ پھر آجائیں ف٨٨ پھر جب پہنچے اپنے باپ کے پاس بولے اے باپ روک دی گئی ہم سے بھرتی
فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٦٣﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَیْهِ اِلَّا كَمَاۤ اَمِنْتُكُمْ
سو بھیج ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو کہ بھرتی لے آئیں اور ہم اس کے نگہبان ہیں ف٨٩ کہا میں کیا اعتبار کروں تمہارا اس پر مگر وہی جیسا اعتبار کیا تھا
عَلٰۤی اَخِیْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا
اس کے بھائی پر اس سے پہلے سو اللہ بہتر ہے نگہبان اور وہی ہے سب مہربانوں سے مہربان ف٩٠ اور جب کھولی اپنی چیز بست پائی
بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَیْهِمْ ؕ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِیْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَیْنَا ۚ وَنَمِیْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ
اپنی پونجی کہ پھیر دی گئی ان کی طرف بولے اے باپ ہم کو اور کیا چاہئے یہ پونجی ہماری پھیر دی ہے ہم کو اب جائیں تو رسد لائیں ہم اپنے گھر کو اور خبرداری
اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَیْلَ بَعِیْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَیْلٌ یَّسِیْرٌ ﴿٦٥﴾
کرینگے اپنے بھائی کی اور زیادہ لیویں بھرتی ایک اونٹ کی ف٩١ وہ بھرتی آسان ہے ف٩٢

(٨٦) یعنی نہ لائے تو سمجھا جائے گا کہ تم جھوٹ بول کر اور دھوکہ دے کر خلاف قاعدہ ایک اونٹ زیادہ لینا چاہتے تھے۔ اس کی سزا یہ ہوگی کہ
آئندہ خود تمہارا حصہ بھی سوخت ہو جائیگا۔ بلکہ میرے پاس یا میرے قلمرو میں آنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

(٨٧) یعنی گو باپ سے اس کا جدا کرنا سخت مشکل ہے۔ تاہم ہماری یہ کوشش ہوگی کہ باپ کو کسی تدبیر سے راضی کر لیں امید ہے کہ کسی نہ کسی طرح
ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر رہیں گے۔

(٨٨) **حضرت یوسفؑ کا بھائیوں پر احسان** | یعنی جو پونجی دیکر غلہ خریدا تھا، حکم دیا کہ وہ بھی خفیہ طور پر ان کے اسباب میں رکھ دو تا گھر پہنچ

ك دے جو ہم چاہتے ہیں۔

کر جب اسباب کھولیں اور دیکھیں کہ غلہ کے ساتھ قیمت بھی واپس دیدی گئی تو دوبارہ اِدھر آنے کی ترغیب مزید ہو کہ ایسے کریم بادشاہ کہاں ملتے ہیں۔ اور ممکن ہے قیمت نہ موجود ہونے کی بناء پر دوبارہ آنے سے مجبور رہیں اس لئے قیمت واپس کر دی۔ بعض نے کہا یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے قیمت لینا مُروت و کرم کے خلاف سمجھا۔

(۸۹) حضرت یعقوبؑ سے بیٹوں کی درخواست یعنی یوسفؑ کی طرح اس کے متعلق کچھ تردد نہ کیجئے۔ اب ہم چوکنے ہو گئے ہیں پوری طرح حفاظت کریں گے۔

(۹۰) یعنی یہ ہی الفاظ "وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" تم نے یوسف کو ساتھ لیجاتے وقت کہے تھے۔ پھر تمہارے وعدہ پر کیا اعتبار ہو۔ ہاں اِس وقت ضرورت شدید ہے۔ جس سے اغماض نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے تمہارے ساتھ بھیجنا ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔ سو میں اُس کو خدا کی حفاظت میں دیتا ہوں۔ وہ ہی اپنی مہربانی سے اس کی حفاظت کریگا۔ اور مجھ کو یوسفؑ کی جُدائی کے بعد دوسری مصیبت سے بچائیگا۔

(۹۱) یعنی بنیامین کا حصہ۔

(۹۲) یعنی ایسی آسان بھرتی کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ جس طرح ہو۔ بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ بعض نے "ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ" کا اشارہ پہلے جو غلہ لائے تھے اس کی طرف کیا ہے اور "یسیر" کو بمعنی قلیل لیا ہے۔ یعنی جو پہلے لائے ہیں وہ حاجت کے اعتبار سے تھوڑا ہے قحط کے زمانہ میں کہاں تک کام دے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ جس طرح بن پڑے ہم دوبارہ جائیں اور سب کا حصہ لے کر آئیں۔

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ

کہا ہرگز نہ بھیجونگا اُس کو تمہارے ساتھ یہاں تک کہ دو مجھ کو عہد خدا کا کہ البتہ پہنچا دوگے اسکو میرے پاس مگر یہ کہ گھیرے جاؤ تم سب پھر جب

اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا

دیا اُس کو سب نے عہد بولا اللہ ہماری باتوں پر نگہبان ہے ف۹۳ اور کہا اے بیٹو نہ داخل ہونا ایک دروازہ سے اور داخل ہونا

مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ

کئی دروازوں سے جُدا جُدا اور میں نہیں بچا سکتا تم کو اللہ کی کسی بات سے حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے اُسی پر مجھ کو بھروسہ ہے اور اُسی پر

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ۭ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

بھروسہ چاہئے بھروسہ کرنیوالوں کو ف۹۴ اور جب داخل ہوئے جہاں سے کہا تھا اُنکو باپ نے ف۹۵ کچھ نہ بچا سکتا تھا اُن کو اللہ کی کسی بات سے

مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ۭ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

مگر ایک خواہش تھی یعقوب کے جی میں سو پوری کر چکا اور وہ تو خبردار تھا جو کچھ ہم نے اُس کو سکھایا لیکن بہت لوگوں کو

ع ۸ ۱۱ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّىْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ

خبر نہیں ف۹۶ اور جب داخل ہوئے یوسف کے پاس اپنے پاس رکھا اپنے بھائی کو کہا تحقیق میں ہوں بھائی تیرا سو غمگین مت ہو ن

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾

کاموں سے جو انہوں نے کئے ہیں ف۹۷

ن گھر جاؤ۔

(۹۳) **حضرت یعقوبؑ کا بیٹوں سے عہد** یعنی اگر تقدیر الٰہی سے کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جس میں تم سب گھر جاؤ اور نکلنے کی کوئی سبیل نہ رہے تب تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ہاں اپنے مقدور اور زندگی بھر بنیامین کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرو گے۔ یہ پختہ عہد و پیمان اور قسمیں لے کر زیادہ تاکید و اہتمام کے طور پر فرمایا "وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَکِیْلٌ" یعنی جو کچھ عہد و پیمان ہم اس وقت کر رہے ہیں وہ سب خدا کے سپرد ہیں۔ اگر کسی نے خیانت اور بدعہدی کی وہ ہی سزا دے گا۔ یا یہ کہ قول و قرار تو اپنے مقدور کے موافق پختہ کر رہے ہیں۔ لیکن ان باتوں سے جو مقصد اصلی ہے وہ خدا کی حفاظت و نگہبانی سے ہی پورا ہو سکتا ہے۔ خدا نہ چاہے تو سارے اسباب و تدابیر رکھی جائیں کچھ نہ ہو۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ظاہری اسباب بھی پختہ کر لئے اور بھروسہ اللہ پر رکھا۔ یہی حکم ہے ہر کسی کو"

(۹۴) **بیٹوں کو نصیحت** برادرانِ یوسفؑ پہلی مرتبہ جو مصر گئے تھے عام مسافروں کی طرح بلا امتیاز شہر میں داخل ہو گئے تھے۔ لیکن یوسف علیہ السلام کی خاص توجہات و الطاف کو دیکھ کر یقیناً وہاں کے لوگوں کی نظریں اُن کی طرف اُٹھنے لگی ہو نگی۔ اب دوبارہ جانا خاص شان و اہتمام سے بلکہ کہنا چاہیئے کہ ایک طرح یوسفؑ کی دعوت پر تھا۔ بنیامین جس کی حفاظت و محبت حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف کے بعد بہت کرتے تھے، بھائیوں کے ہمراہ تھے۔ یعقوب علیہ السلام کو خیال گذرا کہ ایک باپ کے گیارہ وجیہ و خوش رو بیٹوں کا خاص شان سے بہیأتِ اجتماعی شہر میں داخل ہونا خصوصاً اُس برتاؤ کے بعد جو عزیز مصر (یوسف) کی طرف سے لوگ پہلے مشاہدہ کر چکے تھے، ایسی چیز ہے جس کی طرف عام نگاہیں ضرور اٹھیں گی۔ "العین حق" نظر لگ جانا ایک حقیقت ہے (اور آج کل مسمریزم کے عجائبات تو عموماً اسی قوت نگاہ کے کرشمے ہیں) یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو نظر بد اور حسد وغیرہ مکروہات سے بچانے کے لئے یہ ظاہری تدبیر تلقین فرمائی کہ متفرق ہو کر معمولی حیثیت سے شہر کے مختلف دروازوں سے داخل ہوں تاکہ خواہی نخواہی پبلک کی نظریں اُن کی طرف نہ اُٹھیں ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ میں کوئی تدبیر کر کے قضاء و قدر کے فیصلوں کو نہیں روک سکتا۔ تمام کائنات میں حکم صرف خدا کا چلتا ہے۔ ہمارے سب انتظامات حکم الٰہی کے مقابلہ میں بیکار ہیں۔ ہاں تدبیر کرنا بھی اُسی نے سمجھایا ہے اور جائز رکھا ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ بچاؤ کی تدبیر کر لے مگر بھروسہ خدا پر رکھے گویا لڑکوں کو سنایا کہ میری طرح تم بھی تہ دل سے خدا کی حفاظت پر بھروسہ رکھو۔ تدابیر پر مغرور نہ بنو۔

(۹۵) یعنی مختلف دروازوں سے علیحدہ علیحدہ۔

(۹۶) **تقدیر اور تدبیر کو جمع کرنا** یعنی جس طرح کہا تھا داخل ہوئے۔ تو اگرچہ نظر یا ٹوک نہ لگی۔ لیکن تقدیر اور طرف سے آئی۔ (بنیامین کو الزام سرقہ کے سلسلہ میں روک لیا گیا) تقدیر دفع نہیں ہوتی۔ سو جن کو علم ہے اُن کو تقدیر کا یقین اور اسباب کا بچاؤ دونوں حاصل ہو سکتے ہیں لیکن بے علم سے ایک ہو تو دوسرا نہ ہو، یا ہمہ تن اسباب پر اڑ کر تقدیر کا انکار کر بیٹھتا ہے یا تقدیر پر یقین رکھنے کے یہ معنی سمجھ لیتا ہے کہ اسباب کو معطل کر دیا جائے۔ البتہ عارف اور باخبر لوگ تقدیر و تدبیر کو جمع کرتے اور ہر ایک کو اس کے درجہ میں رکھتے ہیں۔

(۹۷) **بنیامین سے حضرت یوسفؑ کا خصوصی معاملہ** حضرت یوسفؑ نے بنیامین کے ساتھ ممتاز معاملہ کیا۔ اور خلوت میں آہستہ سے آگاہ کر دیا کہ میں تیرا حقیقی بھائی (یوسف) ہوں۔ جو مظالم ان علاتی بھائیوں نے ہم پر کیے کہ مجھے باپ سے جدا کر کے کنوئیں میں ڈالا، غلام بنا کر بیچا۔ اور ہمارے باپ بھائی وغیرہ کو فراق کے صدمہ میں مبتلا کیا یا اب یہاں آتے ہوئے تمہارے ساتھ کوئی سختی کی، ان باتوں سے غمگین مت ہو۔ وقت آگیا ہے کہ ہمارے سب غم غلط ہو جائیں اور سختیوں کے بعد حق تعالیٰ راحت و عزت نصیب فرمائے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ اس بھائی کو جو یوسفؑ نے آرزو سے بلایا اوروں کو حسد ہوا۔ اس سفر میں اس کو بات بات پر جھڑکتے اور طعنے دیتے۔ اب حضرت یوسفؑ نے تسلی کر دی۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ

پھر جب تیار کر دیا اُن کے واسطے اسباب اُنکا رکھ دیا پینے کا پیالہ اسباب میں اپنے بھائی کے پھر پکارا پکارنے والے نے اے قافلہ والو تم تو البتہ

لَسَارِقُونَ ﴿۷۰﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ﴿۷۱﴾ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ

چور ہو ف۹۸ کہنے لگے منہ کر کے اُن کی طرف تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ف۹۹ بولے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا پیمانہ اور جو کوئی اُس کو لائے اُسکو

حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا

ملے ایک بوجھ اونٹ کا اور میں ہوں اُسکا ضامن ف۱۰۰ بولے قسم اللہ کی تم کو معلوم ہے ہم شرارت کرنے کو نہیں آئے ملک میں اور نہ ہم

سَارِقِينَ ﴿۷۳﴾ قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ﴿۷۴﴾ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ

کبھی چور تھے ف۱۰۱ بولے پھر کیا سزا ہے اُسکی اگر تم نکلے جھوٹے ف۱۰۲ کہنے لگے اُس کی سزا یہ کہ جس کے اسباب میں سے ہاتھ آئے وہی اُسکی

جَزَاؤُهُ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ

بدلے میں جائے ہم یہی سزا دیتے ہیں ظالموں کو ف۱۰۳ پھر شروع کیں یوسف نے اُنکی خرجیاں دیکھنی اپنے بھائی کی خرجی سے پہلے آخر کو وہ برتن نکالا اپنے بھائی

وِعَاءِ أَخِيهِ كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ

کی خرجی سے ف۱۰۴ یوں داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو ف۱۰۵ وہ ہرگز نہ لے سکتا تھا اپنے بھائی کو دین میں اُس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ف۱۰۶

نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿۷۶﴾

ہم درجے بلند کرتے ہیں جس کے چاہیں ف۱۰۷ اور ہر جاننے والے سے اوپر ہے ایک جاننے والا ف۱۰۸

(۹۸) **بھائیوں پر چوری کا الزام** یعنی جب یوسف علیہ السلام کے حکم سے اُن کا غلہ لدوا دیا اور سامان سفر تیار کیا گیا تو ایک چاندی کا پیالہ اپنے بھائی بنیامین کے اسباب میں بلا اطلاع رکھدیا۔ جس وقت قافلہ روانہ ہونے لگا۔ محافظین کو پیالہ کی تلاش ہوئی۔ آخر اُن کا شبہ اسی قافلہ پر گیا۔ قافلہ تھوڑی دور نکلا تھا کہ محافظین میں سے کسی نے آواز دی کہ ٹھہرو۔ تم لوگ یقیناً چور معلوم ہوتے ہو۔ (تنبیہ) اگر یہ لفظ یوسف ؑ کے حکم سے کہے گئے تو مطلب ہوگا کہ کوئی مال چراتا ہے۔ تم وہ ہو جنہوں نے باپ کی چوری سے بھائی کو بیچ ڈالا۔

(۹۹) یعنی ہم کو خواہ مخواہ چور کیوں بناتے ہو اگر تمہاری کوئی چیز گم ہوئی ہے وہ بتلاؤ، ہم ابھی کہیں گئے نہیں ہمارے اسباب میں تلاش کر لو۔

(۱۰۰) محافظین نے کہا، بادشاہ کے پانی پینے کا پیالہ یا غلہ ناپنے کا پیمانہ گم ہو گیا ہے۔ اگر بدون حیل وحجت کے کوئی شخص حاضر کر دے گا تو غلہ کا ایک اونٹ انعام پائیگا۔ میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

(۱۰۱) یعنی مصر میں ہمارا چال چلن عام طور پر معلوم ہے کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ ہم نے یہاں کبھی کچھ شرارت کی؟ نہ ہم شرارتوں کے لئے یہاں آئے۔ اور نہ چوروں کے خاندان سے ہیں۔

(۱۰۲) محافظین نے کہا کہ تم فضول حجتیں کر رہے ہو۔ اگر مال مسروقہ تمہارے پاس سے برآمد ہو گیا تو کیا کرو گے۔

(۱۰۳) **شریعتِ ابراہیمی میں چور کی سزا** یہ شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا تھی یعنی جس کے پاس سے چوری نکلے وہ ایک سال تک غلام ہو کر رہے۔ برادران یوسف نے اپنے قانون شرعی کے موافق بے تامل سزا کا ذکر کر دیا کیونکہ انہیں پورا یقین تھا کہ ہم چور نہیں۔ نہ چوری کا مال

۱؎ قانون

ہمارے پاس سے برآمد ہو سکتا ہے۔ اس طرح اپنے اقرار سے خود پکڑے گئے۔

(۱۰۴) **بھائیوں کی تلاشی** یعنی اس گفتگو کے بعد محافظین اُن کو "عزیز مصر" (یوسف علیہ السلام) کے پاس لے گئے اور سب ماجرا کہہ سنایا۔ انہوں نے تفتیش کا حکم دیا۔ پہلے دوسرے بھائیوں کی خرجیاں (زنبیلیں اور بیگ وغیرہ) دیکھے گئے، پیالہ برآمد نہ ہوا۔ اخیر میں بنیامین کے اسباب کی تلاشی ہوئی، چنانچہ پیالہ اُس میں سے نکل آیا۔

(۱۰۵) یا یوں تدبیر کی ہم نے یوسف کے لئے۔

(۱۰۶) **بنیامین کو روکنے کی تدبیر** یعنی بھائیوں کی زبان سے آپ ہی نکلا کہ جس کے پاس مال نکلے غلام بنالو۔ اُس پر پکڑے گئے ورنہ حکومت مصر کا قانون یہ نہ تھا۔ اگر ایسی تدبیر نہ کی جاتی کہ وہ خود اپنے اقرار میں بندھ جائیں تو ملکی قانون کے موافق کوئی صورت بنیامین کو روک لینے کی نہ تھی۔

(۱۰۷) یعنی جسے چاہیں حکمت و تدبیر سکھلائیں۔ یا اپنی تدبیر لطیف سے سربلند کریں۔ دیکھو وہ ہی لوگ جنہوں نے باپ کی چوری سے یوسفؑ کو چند درہم میں بیچ ڈالا تھا آج یوسف کے سامنے چوروں کی حیثیت میں کھڑے ہیں۔ شاید اس طرح اُن کی پچھلی غلطیوں کا کفارہ کرنا ہوگا۔

(۱۰۸) **حضرت یوسفؑ کے توریہ کی حقیقت** یعنی دنیا میں ایک آدمی سے زیادہ دوسرا دوسرے سے زیادہ تیسرا جاننے والا ہے مگر سب جاننے والوں کے اوپر ایک جاننے والا اور ہے جسے "عالم الغیب والشہادہ" کہتے ہیں۔ (تنبیہ) واضح ہو کہ اس تمام واقعہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے کوئی لفظ خلاف واقع نہیں نکلا۔ نہ کوئی حرکت خلاف شرع ہوئی زیادہ سے زیادہ انہوں نے توریہ کیا۔ "توریہ" کا مطلب ہے ایسی بات کہنا یا کرنا جس سے دیکھنے سننے والے کے ذہن میں ایک ظاہری اور قریبی مطلب آئے، لیکن متکلم کی مراد دوسری ہو جو ظاہری مطلب سے بعید ہے۔ اگر یہ "توریہ" کسی نیک اور محمود مقصد کے لئے کیا جائے تو اس کے جائز بلکہ محمود ہونے میں شبہ نہیں۔ اور کسی مذموم و قبیح غرض کے لئے ہو تو وہ "توریہ" نہیں، دھوکہ اور فریب ہے۔ یہاں حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ یعقوب علیہ السلام کے ابتلاء و امتحان کی تکمیل کر دی جائے۔ یوسف علیہ السلام کے بعد بنیامین بھی اُن سے جُدا ہوں۔ اُدھر مدت کے بچھڑے ہوئے دو عینی بھائی آپس میں مل کر رہیں۔ یوسفؑ کو امتحان کی گھاٹیوں سے نکالنے کے بعد اوّل علاتی بھائیوں پھر عینی بھائی پھر والد بزرگوار اور سب کنبہ سے بتدریج ملائیں۔ دوسری طرف برادران یوسفؑ سے جو غلطیاں ہوئی تھیں کچھ ٹھوکریں کھا کر وہ بھی عفو و رحم کے دروازہ پر پہنچ جائیں۔ اور نہ معلوم کیا کیا حکمتیں ہونگی۔ جن کی وجہ سے یوسفؑ کو تھوڑا سا "توریہ" کرنے کی ہدایت ہوئی۔ انہوں نے پیالہ اپنے بھائی کے اسباب میں رکھا۔ پھر نہ کسی پر اُس کی چوری کا الزام لگایا نہ یہ کہا کہ ہم فلاں کو چوری کی سزا میں پکڑتے ہیں۔ صورتیں ایسی پیدا ہوتی چلی گئیں جن سے آخر میں بنیامین کے لئے اپنے بھائی کے پاس عزت و راحت کے ساتھ رہنے کی سبیل نکل آئی۔ مصلحۃً بعض ایسے الفاظ بیشک استعمال کئے جن کے معنی متبادر مراد نہ تھے یا بعض چیزوں پر سکوت کیا جن کی نسبت اگر کچھ بولتے تو راز فاش ہو کر اصل مقصد فوت ہو جاتا۔ واللہ اعلم۔

قَالُوٓا اِنۡ یَّسۡرِقۡ فَقَدۡ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنۡ قَبۡلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوۡسُفُ فِیۡ نَفۡسِهٖ وَلَمۡ یُبۡدِهَا لَهُمۡ ۚ

کہنے لگے اگر اُس نے چرایا تو چوری کی تھی اُسکے ایک بھائی نے بھی اس سے پہلے **ف۱۰۹** تب آہستہ سے کہا یوسف نے اپنے جی میں اور اُن کو نہ جتایا

قَالَ اَنۡتُمۡ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا تَصِفُوۡنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوۡا یٰۤاَیُّهَا الۡعَزِیۡزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیۡخًا

کہا جی میں کہ تم بدتر ہو درجہ میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بیان کرتے ہو **ف۱۱۰** کہنے لگے اے عزیز اُس کا ایک باپ ہے بوڑھا

كَبِیۡرًا فَخُذۡ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۷۸﴾ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنۡ نَّاۡخُذَ اِلَّا مَنۡ

بڑی عمر کا سو رکھ لے ایک کو ہم میں سے اُس کی جگہ ہم دیکھتے ہیں تو ہے احسان کرنے والا **ف۱۱۱** بولا اللہ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر جس کے پاس

ع ١١ ٩ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۭ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ

پائی ہم نے اپنی چیز ف ١١٢ تو تو ہم ضرور بے انصاف ہوئے ف ١١٣ پھر جب ناامید ہوئے اُس سے اکیلے ہو بیٹھے مشورہ کرنیکو ۔ بولا اُن میں کا بڑا کیا تم

تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ

کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے لیا ہے تم سے عہد اللہ کا اور پہلے جو قصور کر چکے ہو یوسف کے حق میں سو میں تو ہرگز

اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ

نہ سرکونگا اس ملک سے جب تک کہ حکم دے مجھ کو باپ میرا یا قضیہ چکا دے اللہ میری طرف اور وہ ہے سب سے بہتر چکانے والا ف ١١٤ پھر جاؤ اپنے باپ کے پاس

فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿٨١﴾ وَسْـَٔلِ

اور کہو اے باپ تیرے بیٹے نے تو چوری کی اور ہم نے تو وہی کہا تھا جو ہم کو خبر تھی اور ہم کو غیب کی بات کا دھیان نہ تھا ف ١١٥ اور پوچھ لے

الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٨٢﴾

اُس بستی سے جس میں ہم تھے اور اُس قافلہ سے جس میں ہم آئے ہیں اور ہم بیشک سچ کہتے ہیں ف ١١٦

(١٠٩) یہ اشارہ یُوسف علیہ السلام کی طرف تھا۔ اپنی پاکبازی جتانے کے لئے محض ناحق کوشی اور عناد سے بنیامین کے جرم کو پختہ کر دیا اور اتنی مدت کے بعد بھی یوسف علیہ السلام معصوم پر جھوٹی تہمت لگانے سے نہ شرمائے مفسرین نے اس موقع پر کئی قصے[1] بیان کئے ہیں جن کی طرف برادرانِ یوسفؑ نے چوری کے لفظ میں اشارہ کیا تھا۔ اُن کے نقل کی یہاں حاجت نہیں۔

(١١٠) **بھائیوں کا حضرت یوسفؑ پر چوری کا الزام** یعنی ایسا سخت لفظ سُن کر بھی یوسفؑ بے قابو نہیں ہوئے۔ کیونکہ مصلحت خداوندی افشائے راز کو مقتضی نہ تھی۔ یوسفؑ نے بات کو دل میں رکھا۔ جواب دے کر اُن کے اتہام کی حقیقت نہ کھولی۔ اپنے جی میں کہا "اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ"، یعنی اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے مجھے چور بناتے ہو؟ حالانکہ تم نے ایسی چوری کی کہ بھائی کو باپ سے چرا کر بیچ ڈالا۔ باقی میری چوری کا حال اللہ کو معلوم ہے۔ بعض مفسرین نے "قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا" الخ کا مطلب یہ لیا ہے کہ یوسفؑ نے اُن کو خطاب کر کے کہا کہ تم بڑے ہی بدترین لوگ ہو۔ ابھی تو کہہ رہے تھے "وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ" ہم چوروں میں کے نہیں۔ جب ایک بھائیؑ کے اسباب میں سے مال برآمد ہوا تو اس کے ساتھ دوسرے غیر حاضر بھائی کو بھی ملوث کرنے لگے گویا چوری کرنا تمہارا خاندانی پیشہ ہے (العیاذ باللہ) خدا خوب جانتا ہے کہ تم اپنے بیان میں کہاں تک سچے ہو۔ وہ ہی تم کو غلط بیانیوں کی سزا دیگا۔

(١١١) **بھائیوں کی درخواست اور اُس کا جواب** یعنی بوڑھے باپ کو بڑا صدمہ پہنچیگا۔ وہ ہم سب سے زیادہ اس کو اور اس کے بھائی یوسف کو چاہتے تھے۔ یوسفؑ کے بعد اب اسی سے اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں۔ آپ اگر اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ آپ ہمیشہ مخلوق پر احسانات کرتے ہیں اور ہم پر خصوصی احسان فرماتے رہے ہیں۔ اُمید ہے ہم کو اپنے کرم سے مایوس نہ فرمائیں گے۔

(١١٢) یعنی خدا پناہ میں رکھے، کہ ہم کسی کو بے سبب دوسرے کے بدلے میں پکڑنے لگیں۔ ہم تو صرف اُسی شخص کو روکیں گے جس کے پاس سے اپنی چیز ملی ہے۔ (وہ بنیامین ہے جو عینی بھائی ہونے کی حیثیت سے ہمارے پاس رہیگا) یہاں بھی "اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ" کی جگہ "اِلَّا مَنْ سَرَقَ" نہیں فرمایا جو مختصر تھا۔ کیونکہ واقع کے خلاف ہوتا۔

[1] قصہ

(۱۱۳) یعنی مجرم کے بدلہ میں بے قصور کو پکڑیں۔ تو تمہارے خیال اور قانون کے موافق ہم بے انصاف ٹھہرینگے۔

(۱۱۴) **بھائیوں کا آپس میں مشورہ** | جب حضرت یوسفؑ کا جواب سُن کر مایوس ہو گئے تو مجمع سے ہٹ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ اکثروں کی رائے ہوئی کہ وطن واپس جانا چاہئے۔ اُن میں جو عمر یا عقل وغیرہ کے اعتبار سے بڑا تھا، اُس نے کہا کہ باپ کے سامنے ہم کیا منہ لیکر جائیں گے، جو عہد قسم سے لیا تھا اُس کا کیا جواب دیں گے۔ ایک تقصیر تو پہلے یوسفؑ کے معاملہ میں کر چکے ہیں جس کا اثر آج تک موجود ہے۔ اب بنیامین کو چھوڑ کر سب کا چلا جانا سخت بے حمیتی ہوگی۔ سو واضح رہے کہ بندہ تو کسی حال یہاں سے ٹلنے والا نہیں۔ اِلّا یہ کہ خود والد بزرگوار مجھ کو یہاں سے چلے جانے کا حکم دیں یا اس درمیان میں قدرت کی طرف سے کوئی فیصلہ ہو جائے۔ مثلاً تقدیر سے میں یہیں مرجاؤں یا کسی تدبیر سے بنیامین کو چھڑالوں۔ (تنبیہ) یہ کہنے والا غالباً وہ ہی بھائی تھا۔ جس نے یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں بھی نرم مشورہ دیا تھا "لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ"۔

(۱۱۵) یعنی مجھے چھوڑ دو اور تم سب جا کر باپ سے عرض کرو کہ ایسا واقعہ پیش آیا جس کی کوئی توقع نہ تھی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی تم کو قول دیا تھا اپنی دانست پر۔ یہ کیا خبر تھی کہ بنیامین چوری کر کے پکڑا جائے گا۔ یا ہم نے چور کو پکڑ رکھنا بتایا اپنے دین کے موافق۔ یہ نہ معلوم تھا کہ بھائی چور رہے"۔

(۱۱۶) یعنی آپ معتبر آدمی بھیج کر اُس بستی والوں سے تحقیق کرلیں جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ نیز دوسرے قافلہ والوں سے دریافت فرمالیں جو ہمارے ساتھ رہے اور واپس آئے ہیں آپ کو ثابت ہو جائیگا کہ ہم اپنے بیان میں بالکل سچے ہیں۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ

بولا کوئی نہیں بنالی ہے تمہارے جی نے ایک بات اب صبر ہی بہتر ہے شاید اللہ لے آئے میرے پاس اُن سب کو وہی ہے

هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ یٰۤاَسَفٰى عَلٰى یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ

خبردار حکمتوں والا ف۱۱۷ اور اُلٹا پھرا اُنکے پاس سے اور بولا اے افسوس یوسف پر ف۱۱۸ اور سفید ہوگئیں آنکھیں اُسکی غم سے ۱۱۹

الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ

سو وہ آپ کو گھونٹ رہا تھا ف۱۲۰ کہنے لگے قسم اللہ کی تو نہ چھوڑیگا یوسف کی یاد کو جب تک کہ گھل جائے یا ہو جائے

الْهٰلِكِیْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ یٰبَنِیَّ

مُردہ بولا میں تو کھولتا ہوں اپنا اضطراب اور غم اللہ کے سامنے اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ف۱۲۱ اے بیٹو

اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ

جاؤ اور تلاش کرو یوسف کی اور اُسکے بھائی کی اور نا اُمید مت ہو اللہ کے فیض سے بیشک نا اُمید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے

اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَ

مگر وہی لوگ جو کافر ہیں ف۱۲۲ پھر جب داخل ہوئے اُسکے پاس بولے اے عزیز پڑی ہم پر اور ہمارے گھر پر سختی اور

جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ ﴿۸۸﴾

لائے ہیں ہم پونجی ناقص سو پوری دے ہم کو بھرتی اور خیرات کر ہم پر اللہ بدلہ دیتا ہے خیرات کرنیوالوں کو ف۱۲۳

سلہ کام آئے ذہن پڑا ہے)

(۱۱۷) **حضرت یعقوبؑ کا صبر و استقامت** پہلی بار کی بے اعتباری سے اس مرتبہ بھی حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کا اعتبار نہ کیا۔ لیکن نبی کا کلام جھوٹ نہیں۔ بیٹوں کی بنائی بات تھی۔ حضرت یوسف علیہ السلام بھی بیٹے تھے "کذافی الموضح۔ گویا "لکم" کا خطاب جنس ابناء کی طرف ہوا۔ واللہ اعلم۔ بعض مفسرین نے یہ مطلب لیا ہے کہ تم یہاں سے حفاظت کے کیسے وعدے کر کے اصرار کے ساتھ لے گئے۔ وہاں پہنچ کر اتنا بھی نہ کہا کہ اُس کے اسباب میں سے پیالہ برآمد ہونے سے چوری کیسے ثابت ہو گئی، شاید کسی اور نے چھپا دیا ہو۔ مدافعت تو کیا کرتے یہ کہہ کر کہ پہلے اُس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی اُس کے جرم کو پختہ کر دیا۔ تمہارے دل میں کھوٹ نہ ہوتا تو یہ طرزِ عمل اختیار نہ کرتے۔ اب باتیں بنانے کے لئے آئے ہو، بہر حال میں تو اس پر بھی صبر ہی کروں گا۔ کوئی حرف شکایت زبان پر نہ لاؤں گا۔ خدا کی قدرت و رحمت سے کیا بعید ہے کہ یوسف، بنیامین اور وہ بھائی جو بنیامین کی وجہ سے رہ گیا ہے سب کو میرے پاس جمع کر دے وہ سب کے احوال سے خبردار ہے اور ہر ایک کے ساتھ اپنی حکمت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر قسم کے یاس انگیز احوال اور مرور دہور کے بعد بھی انبیاء کے قلوب مایوس نہیں ہو سکتے۔ وہ ہمیشہ خدا کی رحمت واسعہ پر اعتماد کرتے اور الطاف و منن کے اُمیدوار رہتے ہیں۔

(۱۱۸) نیا زخم کھا کر پرانا زخم ہرا ہو گیا۔ بے اختیار پکار اُٹھے "یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ" (ہائے افسوس یوسف)۔

(۱۱۹) یعنی بے رونق یا بے نور ہو گئیں۔ علی اختلاف القولین۔

(۱۲۰) **حضرت یعقوبؑ کی آزمائش** حدیث میں ہے "نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءِ اَشَدُّ بَلَاءً ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ" یعنی انبیاء کی جماعت حق تعالیٰ کی طرف سے سخت ترین امتحانوں میں مبتلا کی جاتی ہے۔ پھر امتحان کی اقسام ہیں۔ ہر نبی کو حق تعالیٰ اپنی حکمت اور اس کی استعداد کے موافق جس قسم کے امتحان میں چاہے مبتلا کرتا ہے۔ یعقوب علیہ السلام کے قلب میں یوسف کی فوق العادت محبت ڈال دی۔ پھر ایسے محبوب اور ہونہار بیٹے کو جو خاندان ابراہیمی کا چشم و چراغ تھا، ایسے دردناک طریقے سے جدا کیا گیا۔ غمزدہ اور زخم خوردہ یعقوبؑ کے جگر کو اس روح فرسا صدمہ نے کھا لیا تھا۔ وہ کسی مخلوق کے سامنے نہ حرف شکایت زبان پر لاتے تھے نہ کسی سے انتقام لیتے، نہ غصہ نکالتے غم کی بات منہ سے نہ نکلتی۔ ہاں جب اپنے کو بہت گھونٹتے تو دل کا بخار آنکھوں کی راہ سے ٹپک پڑتا۔ بیسیوں برس تک چشم گریاں اور سینہ بریاں کے باوجود ادائے فرائض و حقوق میں کوئی خلل نہ پڑنے دیا۔ اُن کا دل جتنا یوسفؑ کے فراق میں روتا تھا۔ اُتنا ہی خدا کے حضور میں زیادہ گڑ گڑاتا تھا۔ درد و غم کی شدت اور اشکباری کی کثرت جس قدر اُن کی بصارت کو ضعیف کرتی اُسی قدر نور بصیرت کو بڑھا رہی تھی۔ بیتابی و اضطراب کا کیسا ہی طوفان اُٹھتا، دل پکڑ کر اور کلیجہ مسوس کر رہ جاتے زبان سے اُف نہ نکالتے بنیامین کی جُدائی سے جب پُرانے زخم میں نیا چرکہ لگا تو اُس وقت بے اختیار "یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ"، صرف اتنا لفظ زبان سے نکلا۔ بقول حضرت شاہ صاحبؒ "ایسا درد اتنی مدت دبا رکھنا پیغمبر کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے"۔

(۱۲۱) موضح القرآن میں ہے "یعنی کیا تم مجھ کو صبر سکھاؤ گے؟ بے صبر وہ ہے جو مخلوق کے آگے خالق کے بھیجے ہوئے درد کی شکایت کرے۔ میں تو اُسی سے کہتا ہوں جس نے درد دیا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ (یوسف زندہ ہے، ضرور ملیگا اور اُس کا خواب پورا ہو کر رہیگا) یہ مجھ پر آزمائش ہے دیکھوں کس حد پر پہنچ کر بس ہو۔

(۱۲۲) **بیٹوں کو حضرت یوسفؑ کی تلاش کا حکم اور نصیحت** یعنی حق تعالیٰ کی مہربانی اور فیض سے نا اُمید ہونا کافروں کا شیوہ ہے جنہیں اس کی رحمت واسعہ اور قدرت کاملہ کی صحیح معرفت نہیں ہوتی۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کی برابر مایوس کن حالات پیش آئیں، تب بھی خدا کی رحمت کا اُمیدوار رہے اور امکانی کوشش میں پست ہمتی نہ دکھلائے۔ جاؤ۔ کوشش کر کے یوسف کا کھوج لگاؤ اور اُس کے بھائی بنیامین کے چھڑانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرو۔ کچھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ ہم سب کو پھر جمع کر دے۔ تیسرے بھائی کا ذکر شاید اس لئے نہیں کیا کہ وہ

باختیار خود محض بنیامین کی وجہ سے رُکا ہے۔ بنیامین چھوٹ جائے تو وہ کیوں پڑا رہیگا۔

(۱۲۳) **حضرت یوسف سے بھائیوں کا سوال** باپ کے فرمانے پر مصر کو پھر روانہ ہوئے۔ کیونکہ یوسف کا پتہ معلوم نہ تھا یہ خیال کیا ہوگا کہ جس کا پتہ معلوم ہے (بنیامین) پہلے اُس کی فکر کریں اور قحط کی وجہ سے غلہ کی ضرورت ہے، عزیز کو ادھر بھی توجہ دلائیں۔ اگر دینے لینے کے معاملہ میں کچھ نرم پایا تو بنیامین کے متعلق گفت وشنید کریں گے۔ چنانچہ پہلی بات اُنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے یہی کہی کہ اے عزیز مصر آج کل قحط و ناداری کی وجہ سے ہم پر اور ہمارے گھر پر بڑی سختی گذر رہی ہے، سب اسباب گھر کا بک گیا۔ کچھ نکمی اور حقیر سی پونجی رہ گئی ہے وہ غلہ خریدنے کے لئے ساتھ لائے ہیں آپ کے مکارم اخلاق اور گذشتہ مہربانیوں سے اُمید ہے کہ ہماری ناقص چیزوں کا خیال نہ فرمائیں گے اور تھوڑی قیمت میں غلہ کی مقدار گذشتہ کی طرح پوری دلوادینگے۔ یہ رعایت حقیقت میں ایک طرح کی خیرات ہوگی جو آپ ہم پر کرینگے یا اس کے علاوہ ہم کو بطور خیرات ہی کچھ دیدیجیئے۔ خدا آپ کا بھلا کرے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ حال سُن کر رو پڑے، شفقت و رحم دلی کا چشمہ دل میں جوش مار کر آنکھوں سے اُبل پڑا۔ اس وقت حق تعالیٰ کے حکم سے اپنے تئیں ظاہر کیا کہ میں کون ہوں اور تم نے میرے ساتھ جو معاملہ کیا تھا اُس کے بعد میں کس مرتبہ پر پہنچا ہوں۔ اگلی آیت میں اسی اظہار کی تمہید ہے (تنبیہ) بعض نے تصدق کے معنی مطلق احسان کرنے کے لئے ہیں۔ جیسے "قصر صلوٰۃ" کی حدیث میں "صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ"۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ

کہا کچھ تم کو خبر ہے کہ کیا کیا تم نے یوسف سے اور اُسکے بھائی سے ف۱۲۴ جب تم کو سمجھ نہ تھی ف۱۲۵ بولے کیا سچ تو ہی ہے یوسف ف۱۲۶

قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ

کہا میں یوسف ہوں اور یہ ہے میرا بھائی ف۱۲۷ اللہ نے احسان کیا ہم پر ف۱۲۸ البتہ جو کوئی ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ ضائع نہیں کرتا

اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ

حق نیکی والوں کا ف۱۲۹ بولے قسم اللہ کی البتہ پسند کر لیا تجھ کو اللہ نے ہم سے اور ہم تھے چوکنے والے ف۱۳۰ کہا کچھ الزام نہیں

عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ

تم پر آج بخشے اللہ تم کو ف۱۳۱ اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان ف۱۳۲ لیجاؤ یہ کرتا میرا اور ڈالو اُس کو

عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ

منہ پر میرے باپ کے کہ چلا آئے آنکھوں سے دیکھتا ہوا اور لے آؤ میرے پاس گھر اپنا سارا ف۱۳۳ اور جب جُدا ہوا قافلہ کہا اُنکے باپ نے

اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾

میں پاتا ہوں بو یوسف کی ف۱۳۴ اگر نہ کہو مجھ کو کہ بوڑھا بہک گیا ف۱۳۵

(۱۲۴) یعنی دونوں میں جُدائی ڈالی اور دونوں سے بیر رکھا۔

(۱۲۵) **حضرت یوسف کا صبر و مروت** اللہ اکبر، صبر اور مروت و اخلاق کی حد ہوگئی کہ تمام عمر بھائیوں کی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ لائے۔ اتنا سوال بھی اس لئے کیا کہ وہ لوگ اپنے ذہنوں میں بیسیوں برس پہلے کے حالات کو ایک مرتبہ مستحضر کر لیں تا ماضی و حال کے موازنہ سے خدا تعالیٰ کے

ان احسانات کی حقیقت روشن ہو، جو یوسفؑ پر ان مصائب و حوادث کے بعد ہوئے۔ جن کی طرف آگے "قَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیۡنَا" میں اشارہ ہے پھر سوال کا پیرایہ ایسا نرم اختیار کیا جس میں ان کے جرم سے زیادہ معذرت کا پہلو نمایاں ہے یعنی جو حرکت اس وقت تم سے صادر ہوئے۔ ناسمجھی اور بے وقوفی سے ہوگئی۔ تمہیں کیا معلوم تھا کہ یوسفؑ کا خواب پورا ہو کر اور ہلال ایک روز بدر بن کر رہیگا۔

(۱۲۶) **حضرت یوسفؑ کو پہچاننا** ممکن ہے اس سوال سے گھبرائے ہوں کہ اتنی مدت کے بعد یہ کون گھر کا بھیدی نکل آیا۔ پھر عزیز مصر کو یوسفؑ کے قصہ سے کیا مطلب۔ غیر معمولی مہربانیاں اور بنیامین کے ساتھ خصوصی برتاؤ پہلے سے دیکھ ہی رہے تھے۔ اس سوال نے دفعتاً اُن کا ذہن ادھر منتقل کر دیا ہو کہ کہیں یوسف جسے ہم نے مصری قافلہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا، یہ ہی تو نہیں ہے۔ جب ادھر توجہ ہوئی تو بغور دیکھا ہو گا اور ممکن ہے یوسفؑ نے خود بھی اپنے کو اس دفعہ زیادہ واضح طور پر پیش کیا ہو۔ یا تصریحاً کہہ دیا ہو کہ میں یوسف ہوں۔ غرض وہ سخت متعجب و حیرت حیرت زدہ ہو کر بول اُٹھے "ءَاِنَّكَ لَاَنۡتَ یُوۡسُفُ" (سچ بتاؤ کیا تم ہی یوسف ہو؟)

(۱۲۷) یعنی جس سے مجھ کو جدا کیا تھا آج میرے پاس بیٹھا ہے۔

(۱۲۸) جدائی کو ملاپ سے، ذلت کو عزت سے، تکلیف کو راحت سے، تنگی کو عیش سے بدل دیا۔ جو غلام بنا کر چند دراہم میں فروخت کیا گیا تھا، آج خدا نے اُسے ملک مصر کی حکومت بخشی۔

(۱۲۹) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جس پر تکلیف پڑے اور وہ شرع سے باہر نہ ہو اور گھبرائے نہیں تو آخر بلا سے زیادہ عطاء ہو۔

(۱۳۰) **بھائیوں کی ندامت** یعنی تجھ کو ہر حیثیت سے ہم پر فضیلت دی اور تو اسی لائق تھا ہماری غلطی اور بھول تھی کہ تیری قدر نہ پہچانی آخر تیرا خواب سچا اور ہمارا حسد بیکار ثابت ہوا۔

(۱۳۱) **حضرت یوسفؑ کا عفو و درگذر** یوسف علیہ السلام بھائیوں سے اتنا بھی سُننا نہیں چاہتے تھے۔ فرمایا، یہ تذکرہ مت کرو آج میں تمہیں کوئی الزام نہیں دیتا۔ تمہاری سب غلطیاں معاف کر چکا ہوں۔ جو لفظ میں کہے محض حق تعالیٰ کا احسان اور صبر و تقوی کا نتیجہ ظاہر کرنے کی نیت سے کہے آج کے بعد تمہاری تقصیر کا ذکر بھی نہ ہو گا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ تم نے جو خطائیں خدا تعالیٰ کی کی ہیں، وہ بھی معاف کر دے۔

(۱۳۲) میری مہربانی بھی اُسی کی مہربانی کا ایک پر تو ہے۔

(۱۳۳) **حضرت یوسفؑ کی کرامت** یعنی میں بحالت موجودہ شام کا سفر نہیں کر سکتا تم جاؤ والدین اور اپنے سب متعلقین کو یہاں لے آؤ چونکہ والد بزرگوار کی نسبت وحی سے یا بھائیوں کی زبانی معلوم ہوا ہو گا کہ بینائی نہیں یا نگاہ میں فرق آگیا ہے، اس لئے اپنا قمیص دے کر فرمایا کہ یہ اُن کی آنکھوں کو لگا دینا بینائی بحال ہو جائیگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ہر مرض کی اللہ کے ہاں دوا ہے۔ آنکھیں گئی تھیں ایک شخص کے فراق میں، اُسی کے بدن کی چیز ملنے سے چنگی ہوئیں۔ یہ کرامت تھی حضرت یوسف علیہ السلام کی" اور کرامت نہ کہیں تب بھی آج کل واقعات و مشاہدات کی بناء پر یہ بات مان لی گئی ہے کہ کسی سخت صدمہ یا غیر معمولی خوشی کے اثر سے بعض نابینا دفعتہ بینا ہو گئے ہیں۔

(۱۳۴) **حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کی خوشبو** خدا کی قدرت یوسف مصر میں موجود ہیں۔ کبھی نہ کہا کہ یوسفؑ کی خوشبو آتی ہے۔ کیونکہ خدا کو امتحان پورا کرنا تھا۔ اب بلانے کی ٹھہری تو اُدھر قافلہ یوسف علیہ السلام کا قمیص لے کر مصر سے نکلا ادھر پیراہن یوسفی کی خوشبو یعقوبؑ کے مشام جان کو معطر کرنے لگی۔ ایک یہ کیا، پورا واقعہ ہی عجائب قدرت کا ایک مرقع ہے۔ یعقوبؑ جیسے مشہور و معروف پیغمبر شام میں رہیں اور یوسفؑ جیسی جلیل القدر شخصیت مصر میں بادشاہت کرے، یوسفؑ کے بھائی کئی مرتبہ مصر آئیں، خود یوسفؑ کے مہمان بنیں، اُس کے باوجود خداوند قدوس کی حکمت غامضہ اور مشیت قاہرہ کا ہاتھ باپ کو بیٹے سے بیسیوں برس تک علیحدہ رکھے اور خون کے آنسو رُلا کر امتحان کی تکمیل کرائے جَلَّتۡ قُدۡرَتُہٗ وَعَزَّ سُلۡطَانُہٗ۔

(١٣٥) یعنی یہ بات کہتے ہوئے جھجکتا ہوں۔ کیونکہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئیگی۔ کہدوگے، بڈھا سٹھیا گیا ہے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ﴿٩٥﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ

لوگ بولے قسم اللہ کی تو تو اپنی اُسی قدیم غلطی میں ہے ف١٣٦ پھر جب پہنچا خوشخبری والا ڈالا اُس نے وہ کرتا اُس کے مُنہ پر

فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا

پھر لوٹ کر ہو گیا دیکھنے والا ف١٣٧ بولا میں نے نہ کہا تھا تم کو کہ میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ف١٣٨ بولے اے باپ

اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿٩٨﴾

بخشوا ہمارے گناہوں کو بیشک ہم تھے چوکنے والے ف١٣٩ کہا دم لو بخشواؤں گا تم کو اپنے رب سے وہی ہے بخشنے والا مہربان ف١٤٠

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ﴿٩٩﴾ وَ رَفَعَ

پھر جب داخل ہوئے یوسف کے پاس جگہ دی اپنے پاس ماں باپ کو اور کہا داخل ہو مصر میں اللہ نے چاہا تو دل جمعی سے ف١٤١ اور اونچا بٹھلایا

اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ؗ قَدْ

اپنے ماں باپ کو تخت پر اور سب گر اُس کے آگے سجدہ میں ف١٤٢ اور کہا اے باپ یہ بیان ہے میرے اُس پہلے خواب کا اُس کو

جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ

میرے رب نے سچ کر دیا ف١٤٣ اور اُس نے انعام کیا مجھ پر جب مجھ کو نکالا قید خانہ سے اور تم کو لے آیا گاؤں سے بعد

بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ

اُس کے کہ جھگڑا ڈال چکا تھا شیطان مجھ میں اور میرے بھائیوں میں میرا رب تدبیر سے کرتا ہے جو چاہتا ہے بیشک وہی ہے خبردار

الْحَكِیْمُ ﴿١٠٠﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ

حکمت والا ف١٤٤ اے رب تو نے دی مجھ کو کچھ حکومت اور سکھایا مجھ کو کچھ پھیرنا باتوں کا ف١٤٥ اے پیدا کرنیوالے آسمان اور

الْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿١٠١﴾

زمین کے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں موت دے مجھ کو اسلام پر ف١٤٦ اور ملا مجھ کو نیک بختوں میں ف١٤٧

(١٣٦) یعنی یوسفؑ کی محبت، اُس کے زندہ ہونے اور دوبارہ ملنے کا یقین تیرے دل میں جاگزین ہے۔ وہ ہی پُرانے خیالات ہیں جو یوسفؑ کی خوشبو بن کر دماغ میں آتے ہیں۔

(١٣٧) **بینائی کی بحالی** یعنی بینائی واپس آگئی، دوبارہ حسب سابق نظر آنے لگا۔

(١٣٨) یعنی میں نے کہا تھا یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے آخر سچ ہوا یا بیٹوں کو کہا تھا کہ یوسفؑ کو تلاش کرو۔ اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ ہم سب کو پھر اکٹھا کردے۔ دیکھ لو وہ ہی صورت ہوئی۔

(١٣٩) **بیٹوں کی ندامت اور معافی** یعنی توجہ اور دعا کر کے خدا سے ہمارے گناہ معاف کرائیے۔ ہم سے بڑی بھاری خطائیں ہوئی ہیں مطلب یہ تھا کہ پہلے آپ معاف کردیں، پھر صاف دل ہو کر بارگاہ رب العزت سے معافی دلوائیں۔ کیونکہ جو خود نہ بخشے وہ خدا سے کہاں بخشوائے گا۔

(۱۴۰) **حضرت یوسفؑ کا استقبال** یعنی قبول کی گھڑی آنے دو، اس وقت اپنے مہربان خدا کے آگے تمہارے لئے ہاتھ اٹھاؤنگا۔ کہتے ہیں جمعہ کی شب یا تہجد کے وقت کا انتظار تھا۔

(۱۴۱) شہر سے باہر استقبال کو نکلے۔ ماں باپ کو اپنے قریب جگہ دی۔ (اس میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ حضرت یوسفؑ کی والدہ پیشتر وفات پا چکی تھیں جیسا کہ سابق فوائد میں گذر چکا، یہاں خالہ کا ذکر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ والدہ حیات تھیں۔ اور حضرت یعقوبؑ کے ساتھ مصر تشریف لائی تھیں)، سب کو فرمایا شہر میں چلو۔ قحط وغیرہ کا اب کچھ اندیشہ مت کرو۔ انشاء اللہ بالکل دلجمعی اور راحت واطمینان سے رہو گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ الفاظ شہر میں پہنچ کر کہے۔ گویا "اُدْخُلُوْا مِصْرَ" الخ کے معنی ہوئے مصر میں قیام کرو بے کھٹکے۔

(۱۴۲) **باپ بیٹوں کا سجدہ تعظیمی** یوسفؑ نے اپنی طرف سے والدین کی تعظیم کی، تخت پر بٹھلایا لیکن خدا کو یوسف علیہ السلام کی جو تعظیم کرانی تھی اسے یوسفؑ کب روک سکتے تھے۔ اس وقت کے دستور کے موافق ماں باپ اور سب بھائی یوسفؑ کے آگے سجدہ میں گر پڑے۔ یہ سجدہ تعظیمی تھا جو بقول حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ آدم کے زمانہ سے مسیح علیہ السلام کے عہد تک جائز رہا۔ البتہ شریعت محمدیہ نے ممنوع وحرام قرار دیا۔ جیسا کہ احادیث کثیرہ اس پر شاہد ہیں۔ بلکہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے "وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ" الخ سے حرمت کا اشارہ نکالا ہے بعض مفسرین نے اس جگہ سجدہ کے معنی متبادر مراد نہیں لئے۔ محض جھک جانے کے معنی لئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ سجدہ یوسفؑ کو نہ تھا بلکہ یوسفؑ کی عزت وعظمت دیکھ کر سب نے خدا کے سامنے سجدہ شکر ادا کیا۔ اس تقدیر پر "وَخَرُّوْا لَهٗ" میں لام سببیہ ہوگا۔ یعنی یوسفؑ کے عروج واقتدار کے سبب سے خدا کے آگے سجدہ میں گر پڑے (تنبیہ) تعظیم اور عبادت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ غیر اللہ کی تعظیم کلیۃً ممنوع نہیں، البتہ غیر اللہ کی عبادت شرک جلی ہے۔ جس کی اجازت ایک لمحہ کے لئے کبھی نہیں ہوئی، نہ ہو سکتی ہے، "سجود وعبادت" یعنی غیر اللہ کو کسی درجہ میں نفع وضرر کا مستقل مالک سمجھ کر سجدہ کرنا شرک جلی ہے۔ جس کی اجازت کبھی کسی ملت سماوی میں نہیں ہوئی۔ ہاں "سجود تعظیم" یعنی عقیدہ مذکورہ بالا سے خالی ہو کر محض تعظیم وتکریم کے طور پر سر بسجود ہونا شرائع سابقہ میں جائز تھا۔ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کی بھی جڑ کاٹ دی حضرت شاہ ولی اللہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اقسام شرک پر جو دقیق بحث کی ہے اسے دیکھنا چاہیے۔

(۱۴۳) یعنی میرا اس میں کچھ دخل نہیں۔ خواب کی تعبیر پوری ہونی تھی وہ خدا نے پوری کر دکھائی۔

(۱۴۴) **حضرت یوسفؑ کا تذکیر نعمت** خدا تعالیٰ کے احسانات ذکر فرمائے اور اس کی تدبیر لطیف کی طرف توجہ دلائی کہ کس طرح مجھ کو قید سے نکال کر ملک کا حاکم ومختار بنا دیا۔ اور اس جھگڑے کے بعد جو شیطان نے ہم بھائیوں میں ڈال دیا تھا جبکہ کوئی امید دوبارہ ملنے کی نہ رہی تھی، کیسے اسباب ہمارے ملاپ کے فراہم کر دیئے۔ اس موقع پر اپنی مصائب وتکالیف کا کچھ ذکر نہ کیا نہ کوئی حرف شکایت زبان پر لائے، بلکہ بھائیوں کے واقعہ کی طرف بھی ایسے عنوان سے اشارہ کیا کہ کسی فریق کی زیادتی یا تقصیر ظاہر نہ ہونے پائے۔ مبادا بھائی سن کر محجوب ہوں۔ اللہ اکبر، یہ اخلاق پیغمبروں کے سوا کس میں ہوتے ہیں۔

(۱۴۵) اسی سورت کے پہلے رکوع میں "تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ" کی تفسیر گذر چکی۔

(۱۴۶) **حضرت یوسفؑ کی دعاء** یا تو لقاء اللہ کے شوق میں فی الحال موت کی تمنا کی یا یہ مطلب ہے کہ جب کبھی موت آئے اسلام (یعنی کامل تسلیم ورضا) پر آئے (تنبیہ) حدیث میں آیا ہے کہ کوئی شخص کسی مصیبت اور تکلیف سے گھبرا کر موت کی تمنا نہ کرے۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ حب لقاء اللہ یا اور کسی غرض صالح کی وجہ سے موت کی تمنا کر سکتا ہے۔ جیسے ساحرین فرعون نے دعاء کی تھی "رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ" یا حضرت مریم نے کہا تھا۔ "یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا" اور معاذ کی حدیث میں ہے۔ "وَاِذَا اَرَدْتَّ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْكَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ" اور مسند احمد میں حدیث ہے "یَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَیْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتَنِ"

حضرت علیؓ نے ہجوم فتن کے وقت دعاء کی۔ "اَللّٰهُمَّ خُذْنِیْ اِلَیْكَ فَقَدْ سَئِمْتُهُمْ وَسَئِمُوْنِیْ" امام بخاری کو جب امیر خراسان کے ساتھ جھگڑا پیش آیا تو یہ دعا کرنی پڑی "اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِیْ اِلَیْكَ" حدیث میں ہے کہ خروج دجّال کے وقت ایک شخص کسی قبر پر گذر یگا اور فتن وزلازل کو دیکھ کر کہیگا۔ "یَا لَیْتَنِیْ مَكَانَكَ" کاش کہ میں تیری جگہ ہوتا۔

(۱۴۷) یہ لفظ ایسے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں فرماتے تھے۔ "اَللّٰهُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی"۔ حضرت شاہ لکھتے ہیں "علم کامل پایا، دولت کامل پائی، اب شوق ہوا اپنے باپ دادا کے مراتب کا۔" گویا "اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ" سے یہ غرض ہوئی کہ میرا مرتبہ اسحاق و ابراہیمؑ کے مراتب سے ملادے۔ حضرت یعقوبؑ کی زندگی تک ملکی انتظامات میں رہے۔ اُن کی وفات کے بعد اپنے اختیار سے چھوڑ دیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری لاش "شام" لیجاکر دفن کرنا چنانچہ جنازہ وہیں لے گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئیگا جب "بنی اسرائیل" مصر سے نکلیں گے۔ اُس وقت میری لاش بھی اپنے ہمراہ لیجائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکلے، حضرت یوسفؑ کا تابوت بھی ساتھ لے گئے واللہ اعلم۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَهُمْ

یہ خبریں ہیں غیب کی ہم بھیجتے ہیں تیرے پاس اور تو نہیں تھا اُن کے پاس جب وہ ٹھہرانے لگے اپنا کام اور فریب

یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ

کرنے لگے ۱۴۸ اور اکثر لوگ نہیں ہیں یقین کرنیوالے اگرچہ تو کتنا ہی چاہے ۱۴۹ اور تو مانگتا نہیں اُن سے اس پر کچھ بدلا

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع وَكَاَیِّنْ مِّنْ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَمُرُّوْنَ عَلَیْهَا وَهُمْ

یہ تو اور کچھ نہیں مگر نصیحت سارے عالم کو ۱۵۰ اور بہتیری نشانیاں ہیں آسمان اور زمین میں جن پر گذر ہوتا رہتا ہے اُن کا اور وہ

عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْۤا اَنْ تَاْتِیَهُمْ

اُن پر دھیان نہیں کرتے ۱۵۱ اور نہیں ایمان لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ ہی شریک بھی کرتے ہیں ۱۵۲ کیا نڈر ہوگئے اس سے کہ آڈھانکے اُن کو

غَاشِیَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ

ایک آفت اللہ کے عذاب کی یا آ پہنچے قیامت اچانک اور اُن کو خبر نہ ہو ۱۵۳ کہہ دے یہ میری راہ ہے

اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۸﴾

بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہے اور اللہ پاک ہے اور میں نہیں شریک بنانیوالوں میں ۱۵۴

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

(۱۴۸) **ان واقعات کا علم آنحضرتؐ کی نبوت کی دلیل ہے** یعنی برادران یوسف جب اُن کو باپ سے جُدا کرنے اور کنوئیں میں ڈالنے کے مشورے اور تدبیریں کر رہے تھے آپ اُن کے پاس نہیں کھڑے تھے کہ اُن کی باتیں سُنتے اور حالات کا معائنہ کرتے۔ پھر ایسے صحیح واقعات بجز وحی الٰہی کے آپ کو کس نے بتائے۔ آپ رسمی طور پر پڑھے لکھے نہیں، کسی ظاہری معلم سے استفادہ کی نوبت نہیں، پھر یہ حقائق جن کی اس قدر تفصیل بائیبل میں بھی نہیں، آپ کو خدا کے سوا کس نے معلوم کرائیں۔

(۱۴۹) یعنی باوجودیکہ آپکی صداقت پر ایسی واضح دلائل موجود ہیں، پھر بھی اکثر لوگ وہ ہیں جو کسی طرح ایمان لانے والے نہیں۔

(۱۵۰) یعنی نہیں مانتے نہ مانیں آپ کا کیا نقصان ہے۔ کچھ تبلیغ کی تنخواہ تو آپ اُن سے مانگتے نہ تھے کہ وہ بند کرلیں گے نصیحت اور فہمائش تھی سو ہوگئی اور ہو رہی ہے۔

(۱۵۱) **اللہ کی نشانیوں سے کفّار کی غفلت** یعنی جس طرح آیات تنزیلیہ سُن کر آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ ایسے ہی آیات تکوینیہ دیکھ کر خدا کے توحید کا سبق حاصل نہیں کرتے اصل یہ ہے کہ اُن کا سُننا اور دیکھنا محض سرسری ہے۔ آیات اللہ میں غور و فکر کرتے تو کچھ فائدہ پہنچتا۔ جب دھیان نہیں تو ایمان کہاں سے ہو۔

(۱۵۲) یعنی زبان سے سب کہتے ہیں کہ خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ مگر اس کے باوجود کوئی بتوں کو خدائی کا حصّہ دار بنا رہا ہے۔ چنانچہ مشرکین عرب "تلبیہ" میں یہ لفظ کہتے تھے "لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ اِلَّا شَرِیْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ" کوئی اس کے لئے بیٹے بیٹیاں تجویز کرتا ہے۔ کوئی اُسے رُوح و مادہ کا محتاج بتاتا ہے۔ کسی نے احبار و رُہبان کو خدائی کے اختیارات دیدیے ہیں۔ بہت سے تعزیہ پرستی، قبر پرستی کے خس و خاشاک سے توحید کے صاف چشمہ کو مکدر کر رہے ہیں۔ ریا اور ہوا پرستی سے تو کتنے موحدین ہیں جو پاک ہوں گے۔ غرض ایمان کا زبانی دعویٰ کر کے بہت کم ہیں جو عقیدہ یا عمل کے درجہ میں شرک جلی یا خفی کا ارتکاب نہیں کرتے (اعاذنا اللہ من سائر انواع الشرک)

(۱۵۳) یعنی ایسے بے فکر و بے خوف کیوں ہو رہے ہیں۔ کیا انہوں نے عذاب الٰہی یا قیامت کے ہولناک حوادث سے محفوظ رہنے کا کچھ انتظام کرلیا ہے۔

(۱۵۴) **توحید خالص کا راستہ میرا راستہ ہے** یعنی میرا راستہ یہی خالص توحید کا راستہ ہے۔ میں تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں سب خیالات و اوہام کو چھوڑ کر ایک خدا کی طرف آئیں، اُس کی توحید، اُس کی صفات و کمالات اور اُس کے احکام وغیرہ کی صحیح معرفت صحیح راستہ سے حاصل کریں۔ میں اور میرے ساتھی اس سیدھے راستہ پر، حجت و بُرہان اور بصیرت و وجدان کی روشنی میں چل رہے ہیں۔ خدا نے مجھ کو ایک نور دیا جس سے سب ہمراہیوں کے دماغ روشن ہوگئے۔ یہاں کسی کی اندھی تقلید نہیں۔ خالص توحید کا راہ رو ہر قدم پر اپنے باطن میں معرفت و بصیرت کی خاص روشنی اور عبودیت محضہ کی خاص لذت محسوس کر کے بے ساختہ پکار اُٹھتا ہے۔ "سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ"

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰی ؕ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی

اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے وہ سب مرد ہی تھے کہ وحی بھیجتے تھے ہم اُن کو بستیوں کے رہنے والے سو کیا اُن لوگوں نے نہیں سیر کی

الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ

ملک کی کہ دیکھ لیتے کیسا ہوا انجام اُن لوگوں کا جو اُن سے پہلے تھے اور آخرت کا گھر تو بہتر ہے پرہیز کرنے والوں کو کیا

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (۱۰۹) حَتّٰٓی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ

اب بھی نہیں سمجھتے ف۱۵۵ یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ اُن سے جھوٹ کہا گیا تھا پہنچی اُن کو ہماری مدد

فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ (۱۱۰) لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ

پھر بچا دیا جن کو ہم نے چاہا اور پھرتا نہیں عذاب ہمارا قوم گنہگار سے ف۱۵۶ البتہ اُن کے احوال سے اپنا حال قیاس کرنا ہے

لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ

عقل والوں کو ف۱۵۷ کچھ بنائی ہوئی بات نہیں لیکن موافق ہے اُس کلام کے جو اس سے پہلے ہے اور بیان

كُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (۱۱۱)

ہر چیز کا اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں ف۱۵۸

(۱۵۵) **تمام انبیاء مرد تھے** یعنی پہلے بھی ہم نے آسمان کے فرشتوں کو نبی بنا کر نہیں بھیجا۔ انبیائے سابقین ان ہی انسانی بستیوں کے رہنے والے مرد تھے۔ پھر دیکھ لو اُن کے جھٹلانے والوں کا دنیا میں کیا حشر ہوا۔ حالانکہ دنیا میں کافروں کو بھی بسا اوقات عیش نصیب ہو جاتا ہے۔ اور آخرت کی بہتری تو خالص اُن ہی کے لئے ہے جو شرک و کفر سے پرہیز کرتے ہیں۔ یہ تنبیہ ہے کفار مکّہ کو کہ اگلوں کے احوال سے عبرت حاصل کریں۔ (تنبیہ) اس آیت سے نکلتا ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں بنائی گئی۔ حضرت مریم کو بھی قرآن نے "صدیقہ" کا مرتبہ دیا ہے۔ نیز آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بوادی (جنگلی گنواروں) میں سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

(۱۵۶) **کفّار کو تنبیہ** یعنی تاخیر عذاب سے دھوکہ مت کھاؤ۔ پہلی قوموں کو بھی لمبی مہلتیں دی گئیں۔ اور عذاب آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ منکرین بالکل بے فکر ہو کر بیش از بیش شرارتیں کرنے لگے۔ یہ حالات دیکھ کر پیغمبروں کو اُن کے ایمان لانے کی اُمید نہ رہی، اُدھر خدا کی طرف سے اُنکو ڈھیل اس قدر دی گئی کہ مدت دراز تک عذاب کے کچھ آثار نظر نہ آتے تھے۔ غرض دونوں طرف کے حالات و آثار پیغمبروں کے لئے یاس انگیز تھے یہ منظر دیکھ کر کفّار نے یقینی طور پر خیال کر لیا کہ انبیاء سے جو وعدے اُن کی نصرت اور ہماری ہلاکت کے کئے گئے تھے سب جھوٹی باتیں ہیں۔ عذاب وغیرہ کا ڈھکوسلہ صرف ڈرانے کے واسطے تھا۔

انبیاء کی نااُمیدی کا مفہوم کچھ بعید نہیں کہ ایسی مایوس کن اور اضطراب انگیز حالت میں انبیاء کے قلوب میں بھی یہ خیالات آنے لگے ہوں کہ وعدہ عذاب کو جس رنگ میں ہم نے سمجھا تھا وہ صحیح نہ تھا۔ یا وساوس و خطرات کے درجہ میں بے اختیار یہ وہم گذرنے لگے ہوں کہ ہماری نصرت اور منکرین کی ہلاکت کے جو وعدے کئے گئے تھے کیا وہ پورے نہ کئے جائیں گے؟ جیسے دوسری جگہ فرمایا" وَزُلۡزِلُوۡا حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ (بقرہ رکوع ۲۶) جب مجرمین کی بے خوفی اور انبیاء کی تشویش اس حد تک پہنچ گئی اُس وقت ناگہاں آسمانی مدد آئی۔ پھر جس کو خدا نے چاہا (یعنی فرمانبردار مؤمنین کو) محفوظ و مصئون رکھا۔ اور مجرموں کی جڑ کاٹ دی۔ (تنبیہ) اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت و مہربانی سے مایوس ہونا کفر ہے۔ لیکن ظاہری حالات و اسباب کے اعتبار سے نااُمیدی کفر نہیں۔ یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ فلاں چیز کی طرف سے جہاں تک اسباب ظاہری کا تعلق ہے مایوسی ہے لیکن حق تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے مایوسی نہیں۔ آیت حَتّٰۤى اِذَا اسۡتَيۡـَٔسَ الرُّسُلُ" میں یہی مایوسی مُراد ہے جو ظاہری حالات و آثار کے اعتبار سے ہو، ورنہ پیغمبر خدا کی رحمت سے کب مایوس ہو سکتے ہیں۔ (تنبیہ) کفر کا وسوسہ کفر نہیں نہ کسی درجہ میں ایمان یا عصمت کے مُنافی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اپنے دلوں میں ایسی چیزیں (بے اختیار) پاتے ہیں جن کے زبان پر لانے سے ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کیا ایسا پاتے ہو؟ عرض کیا "ہاں" فرمایا ذَاكَ صَرِيۡحُ الۡاِيۡمَانِ یہ تو کھلا ہوا ایمان ہے۔

(۱۵۷) **قرآن کریم کے اوصاف** یعنی یہ کوئی افسانہ یا ناول نہیں۔ تاریخی حقائق ہیں۔ جن سے عقلمندوں کو سبق لینا چاہئے۔

(۱۵۸) یعنی قرآن کریم جس میں یہ قصص بیان ہوئے کوئی جھوٹی بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ تمام پہلی سچائیوں کی تصدیق کرنے والا اور ہر ضروری چیز کو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ چونکہ ایماندار اُس سے نفع اٹھاتے ہیں، اس لحاظ سے اُن کے حق میں خاص طور پر ذریعہ ہدایت و رحمت ہے۔ نفعنا اللہ بعلومہ ورزقنا تلاوتہ، آناء اللیل وآناء النہار واجعلہ حجۃ لنا لا علینا آمین۔ تم سورۃ یوسف علیہ السلام بعون اللہ تعالیٰ۔
